ماہنامہ

محدث

بنارس

www.mohaddis.org

سرپرست
عبداللہ سعود بن عبدالوحید

مدیر
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی

معاون مدیر
مولانا عبدالمتین مدنی

عدد مسلسل: ۳۶۱
جلد: ۳۲ ، شمارہ: ۱

ربیع الاول ۱۴۳۵ھ = جنوری ۲۰۱۴ء

بدل اشتراک

- ہندوستان: 150 روپے
- بیرون ممالک: 40 ڈالر
- فی شمارہ: 15 روپے

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں

Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **ALLAHABAD BANK**
KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: ALLA0210547
SWIFT Code: ALLAINBBVAR

مراسلت کا پتہ
Darut Taleef Wat Tarjama
B.18/1-G, Reori Talab,
Varanasi - 221010

اس شمارہ میں

۱-درس قرآن	عبداللہ سعود بن عبدالوحید	۲
۲-درس حدیث	مولانا عبدالمتین مدنی	۳
۳-افتتاحیہ	مولانا عبدالمتین مدنی	۴
۴-اتباع سنت اور اس کے تقاضے	ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس	۶
۵-جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں عالمی کانفرنس......	ادارہ	۱۱
۶-جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی عالمی کانفرنس میں......		۱۲
۷-نبی اکرم ﷺ کا عفو و درگذر	محمد اسلم مبارک پوری	۱۸
۸-امن عالم اور اسلام	ڈاکٹر عبدالمنان محمد شفیق	۲۴
۹-مولانا حکیم محمد اکبر فاروقی رحمہ اللہ	مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی	۳۱
۱۰-دنیا کی چار بیش بہا نعمتیں	ابوالبیان رفعت سلفی	۳۳
۱۱-مولانا محمد اسماعیل گجرانوالہ......	طارق اسعد	۳۹
۱۲-اخبار جامعہ	ادارہ	۴۴
۱۳-عالم اسلام	ظل الرحمٰن سلفی	۴۵
۱۴-باب الفتاوی	مولانا نور الہدی سلفی	۴۵

نوٹ : ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

ان دوفرقوں میں سے امن کا کون زیادہ مستحق ہے اگر تم جانتے ہو؟ (سورہ انعام:۸۱)

(ائمہ اربعہ اوران کی کتابیں)

(۱۹) عبداللہ سعود بن عبدالوحید

اللہ تعالی نے محمد ﷺ کو اپنے دین کی تبلیغ کے لیے نبی ورسول بنایا تو آپ کو اپنی قدرت ونشانیوں اور جنت وجہنم کا مشاہدہ بھی کرایا تاکہ آپ جو کچھ بھی اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہونچائیں سب علی وجہ البصیرہ ہو۔صحابہ کرام بھی کسی مسئلہ کو بلادلیل قبول نہیں کرتے تھے۔حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین تھے،ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور تین بار سلام کیا، جواب نہ ملنے پر لوٹ گئے،امیر المؤمنین حضرت عمر نے جب دیکھا کہ ابوموسی لوٹ گئے ہیں،ان کو بلایا اور ناراض ہوئے کہ انتظار کرنا چاہئے تھا۔آپ نے جواب دیا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کی ہدایت ہے کہ تین بار سلام کے بعد لوٹ جانا چاہئے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر نبی کریم ﷺ کے پاس رہا کرتے تھے،مگر یہ بات آپ کو معلوم نہ تھی۔آپ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ پر سخت ناراض ہوئے اوراس کے لیے ثبوت وگواہی پیش کرنے کا حکم دیا،سہمے سہمے اس کی تلاش میں نکلے،انصار کی مجلس تھی،کچھ صحابہ جمع تھے،یہ وہاں پہونچے،چہرہ بگڑا ہوا تھا،اپنا عمل اور حضرت عمر کی سختی بیان کیا،ان میں کئی صحابہ نے کہا کہ میں نے بھی اللہ کے رسول سے یہ بات سنا ہے،فیصلہ ہوا کہ مجلس میں جو عمر میں سب سے چھوٹا ہے وہ جائے اور عمر کو بتلائے کہ ہم سب اس کو جانتے ہیں کہ یہ اللہ کے نبی کا حکم ہے۔یہ صحابہ کرام کا طریقہ تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں جانتا تھا کہ آپ غلط نہیں ہیں،لیکن میرا مقصد یہ تھا کہ لوگ اللہ کے رسول کی طرف نسبت کرنے میں احتیاط سے کام لیں۔

ائمہ دین میں امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ نے کوڑے کھانا منظور کر لئے مگر بغیر دلیل کے مسئلہ کو تسلیم نہیں کیا،ان کا کہنا تھا اللہ کی کتاب وسنت رسول سے دلیل پیش کرو میں مان جاؤں گا۔

افسوس کہ شیطان نے مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد کو اسلام کی اس امتیازی خصوصیت کو مٹانے پر مجبور کر دیا،اور یہ عام طریقہ بن گیا کہ مقلد کو دلیل جاننے کی ضرورت نہیں۔

امت محمدیہ کا ایک بڑا طبقہ اسی تقلید میں پھنسا ہوا ہے جو اپنے کو امام کا مقلد کہہ کر بحث وتحقیق سے چھٹکارا کا راستہ اختیار کرتا ہے۔اگر فرض کر لیا جائے کہ دین اسلام ان چار ائمہ کرام کی تقلید میں منحصر ہے اور ہم کو ان چار ائمہ میں سے کسی کی تقلید کرنا چاہئے تو ہم کو یہ بھی جاننا چاہئے کہ ہم جس کی تقلید کر رہے ہیں،انہوں نے ہمارے لیے کون سی کتاب چھوڑی ہے کہ آنکھ بند کر کے اس کی تقلید سے ہم پورے طور پر اسلام کے مسائل پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں اور گمراہی میں نہیں پڑ سکتے۔

(بقیہ صفحہ ۱۷ پر)

درس حدیث

تصویر کشی کا فتنہ

مولانا عبدالمتین مدنی

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ.
(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ: ۱۰/۳۲۱، ۳۲۲، صحیح مسلم ح:۲۱۰۹)

ترجمہ: صحابی رسول عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا بروز قیامت اللہ کے نزدیک سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

مذہب اسلام میں جن کاموں سے شدت کے ساتھ منع کیا گیا ہے، ان میں تصویر سازی بھی ہے، اس کے بارے میں جو احادیث وارد ہیں ان سے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ تصویر سازی کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اس لیے کہ تصویر بنانے والوں کا قیامت کے دن سب سے سخت عذاب میں مبتلا ہونا، ایسے گھروں میں رحمت کے فرشتوں کا نہ داخل ہونا جن میں تصویریں ہوں، تصویر بنانے والوں کی کمائی کا حرام ہونا، اللہ کے رسول ﷺ کا بعض صحابہ کرام کو تصویر کے مٹانے پر مامور کرنا اور قیامت کے دن تصویر بنانے والوں سے یہ کہا جانا کہ ان تصویروں میں روح پھونک کر دکھلاؤ۔ یہ ساری باتیں اسلام میں تصویر سازی کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں اور یہ کہ کسی جاندار کی تصویر بنانا کاغذ پر، کپڑے پر یا دیوار پر قدیم روایتی طریقوں سے یا جدید وسائل سے جائز و درست نہیں ہے، اس لیے کہ نصوص کا عموم اسی پر دلالت کرتا ہے اور جو علماء جدید وسائل سے تصویر کشی کو جائز بتلاتے ہیں اور اسے عکس یا سایہ سے تعبیر کرتے ہیں ان کے دلائل ان علماء کے دلائل کے بالمقابل اتنے قوی نہیں ہیں جو جاندار کی تصویر کشی کی حرمت کے قائل ہیں اور ہر قسم کی تصویر کشی کے خلاف ہیں، اس لیے اس اہم مسئلہ میں جو بات حق و انصاف اور تقوی سے قریب معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جاندار کی تصویر کشی اسلام میں جائز و درست نہیں ہے، اور تصویر کشی کرنے والا گنہگار ہے، اللہ کی تخلیق کی مشابہت کرنے والا، اللہ کی رحمت سے محروم ہونے والا اور بروز قیامت سب سے سخت عذاب کا مستحق ہے، مذکورہ بالا حدیث اسی پر دلالت کرتی ہے۔

اس لیے تصویر کشی کو جائز سمجھنا اور اسے بڑھاوا دینا درست نہیں، خاص طور سے ایسی تصویر کشی جو محض شوق کی تکمیل یا یادگار کے طور پر ہو، بلکہ اندیشہ تو اس بات کا ہے اس مقصد سے تصویر کشی کرنے والے لوگ نہ صرف تصویر کشی کی وعید کے دائرہ میں آئیں گے بلکہ اس پر صرف ہونے والی رقم جو سراسر اسراف ہے، اس کے گناہ سے بھی نہ بچ سکیں گے، مزید یہ کہ اگر کسی خاتون کی تصویر کشی کرنے والا اس کا نامحرم ہو تو یہ بھی کوئی معمولی فتنہ نہیں ہے، اس لیے ایک ایسا عمل جس میں بسا اوقات تین معصیتیں بیک وقت پائی جائیں اس کو جائز قرار دینے کی جسارت کون کرسکتا ہے؟

البتہ بعض ناگزیر ضروریات کے لیے علماء امت نے تصویر کشی کو مباح قرار دیا ہے، لیکن یہ ایک عارضی حکم اور استثنائی صورت ہے جو ان حالات و ضروریات کے لیے ہی ہیں، اس سے تصویر کشی کے عام حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ ہی اس میں کوئی تبدیلی ہوتی ہے۔

نیز تصویر کشی کے سلسلہ میں نرم موقف اختیار کرنے والوں کو اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہئے کہ زمانۂ قدیم میں اس کا جو طریقہ رائج تھا وہ اس زمانہ کے علم، ضرورت اور مہارت کے اعتبار سے تھا، اس ترقی یافتہ دور میں تصویر سازی کا فن بھی بہت ترقی کرگیا، اگر جدید وسائل نے اسے آسان، پرکشش اور حقیقت سے قریب تر بنادیا تو غلط مقاصد اور بے حیائی کے کاموں کے لیے اس کے استعمال کو بھی عام کردیا۔ اب یہ بڑی تبدیلی اس عمل کی حرمت میں مزید شدت کا باعث بنے گی یا اس عمل کو دوسرا نام دے کر اس کے بارے میں وارد نصوص کی تاویل کرنا حق اور انصاف کی بات ہوگی؟ فقہی کتابوں میں اس کے نظائر بھی دیکھنے چاہئیں۔

ہاں اگر تصویر عصر حاضر کی ضرورت بن گئی تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سارے نصوص کی ان دیکھی کرکے اس کو مطلقا جائز قرار دے دیا جائے، البتہ "الضرورات تبيح المحظورات" کے تحت کن حالات میں تصویر کشی جائز ہے اس کے بارے میں علماء کی تحریریں موجود ہیں، جن سے حسب ضرورت استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ والله يهدي إلى سواء السبيل.

☆☆☆

افتتاحیہ

سرما:نعمتوں کا موسم

سردی کا موسم اپنے پورے شباب پر ہے،اس موسم سے جہاں ایک طرف وہ لوگ جن کواللہ نے صحت وتندرستی اور مال ومنال سے مالا مال کیا ہےلطف اندوز ہورہے ہیں،وہیں دوسری طرف وہ لوگ جو مبتلائے آزمائش ہیں،موسم کی مار سے دوچار ہیں۔

اس موسم کی بعض نعمتیں ایسی ہیں جن کے سب محتاج ہیں اور جن کا فیض یکساں طور پر سب کو پہنچتا بھی ہے،ان میں سرفہرست دھوپ ہے جواگرچہ کبھی کہرا آلود تو کبھی بادلوں سے آنکھ مچولی کرتی ہوئی نظر آتی ہے،مگراس کے باوجوداس کی ہلکی کرنیں بھی جسم کوگرمی اور توانائی فراہم کرتی ہیں،موسم کوخوشگواراور سہانا بنادیتی ہیں اور دل ناتواں کوسردی سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ بھی دیتی ہیں۔

سردی کے موسم کی دوسری بڑی نعمت پیداوار کی کثرت ہے،پھل پھول،سبزیاں اوراناج کی پیداوار میں اس قدر اضافہ گویا زمین اپنی خیرات اگل رہی ہو،صبح کی شبنم،اس کے بعدسورج سے ملنے والی توانائی اور موافق آب وہوا کھیتوں کو مرغزار میں تبدیل کردیتی ہے،یہ کثرت لذتِ کام ودہن میں اضافہ کرتی ہےاورگھر کے بجٹ کوبھی کم کردیتی ہے۔

موسم کی یکسانیت بھی اس موسم کی ایک اہم خصوصیت ہے،دن اوررات کا درجہ حرارت کسی بڑے الٹ پھیر کے بجائے کم وبیش یکساں بنے رہنا بھی اللہ کی نعمت ہےاوراس کے بے شمار طبی فوائد ہیں،اس لیےاس موسم کوصحت وتندرستی کا موسم کہا جاتا ہے،اگرجسم کوسردی سے بچایا جائے اورکھانے پینے میں اعتدال سے کام لیا جائے توصحت وتندرستی اچھی ہوجاتی ہے،اور بیماری کےواقعات کم واقع ہوتے ہیں۔

اس موسم کی نعمتوں سےفیض یاب ہونے میں اہل ثروت پیش پیش ہیں،عمدہ لباس،نرم وگرم بستر،نوع بنوع کی عمدہ غذاؤں کووہ اپنی ضیافت کے لیےحاضر پاتے ہیں اورموسم کی خوشگواری ان نعمتوں کواور پرلطف وصحت افزابنادیتی ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے سردی کا موسم بڑی اہمیت کا حامل ہے،اسے عبادت گذاروں کا موسم کہا جاتا ہے،نفلی عبادتیں جو قربت الٰہی کا زینہ اورمغفرت وبخشش کا سامان ہیں،جن کے ذریعہ عبادت گذار کے درجات بلند ہوتے ہیں اورفرائض کی تقصیر کی معافی ہوتی ہے،ان کا موسم یہی ہے،سرد موسم اورچھوٹا دن اس میں روزہ رکھنا کس قدرآسان ہے،نہ بھوک کا احساس اورنہ پیاس کی شدت،آدمی اپنے یومیہ مشاغل سےفرصت نہیں پاتا کہ شام ہوجاتی ہے،اورایک دن کا روزہ پوراہوجاتا ہے۔

جاڑے کی رات کتنی پرسکون اورطویل ہے،عشاء کی نماز کے بعدضرورت حاجتوں سے فارغ ہونے کے بعد آدمی اگر بستر پر دراز ہوجائے تو بانگ درا سے پہلے ہی پوری فرحت وتازگی حاصل ہوجاتی ہےاور نیند کاوافرحصہ جسم کومل جاتا ہے،اس کے بعداگر وہ نرم وگرم بستر کوچھوڑ کررب کے حضور میں حاضر ہوجائے اور رکوع وسجوداور رب سے مناجات میں اپنے آپ کو مشغول کرلےتورب کے نزدیک وہ کتنا محبوب ہوگااوراس وظیفۂ بندگی سےاسے کس قدرلطف وسرورحاصل ہوگا،اس کی تعبیر

الفاظ کے پیرایہ میں ممکن نہیں۔

اس موسم میں خواصگان الٰہی کے قلوب اپنے ان بھائیوں کے لیے موم کی مانند ہوجاتے ہیں جن کے لیے سردی کا یہ موسم عذاب بن کر آتا ہے، جسم پر چیتھڑے، فرش پر ٹوٹی ہوئی چٹائی اور چھت کی شگاف سے ٹپکتے ہوئے اوس کے قطرے اور ادھ بند دریچوں سے سرد ہواؤں کے جھونکوں کے درمیان بیمار اور مضمحل جسم کا اس طرح ٹھٹھرنا جیسے کوئی ریموٹ کنٹرول سے کسی چیز کو حرکت دے رہا ہو۔

بسا اوقات راستوں سے چنی جانے والی خشک ٹہنیاں تھوڑی دیر کے لیے اس کٹیا میں روشنی اور گرمی کا سامان بن جاتی ہیں لیکن پھر وہی مایوسی اور اندھیرا اور سخت سردی کی وجہ سے آدمی محنت ومزدوری بھی نہیں کرسکتا، تو فاقہ بھی وہیں بسیرا کرلیتا ہے، اللہ کے دردمند بندے اپنے ان بھائیوں کے کرب ودرد کو محسوس کرتے ہیں، ان کی امیدوں کا سہارا بنتے ہیں اور انہیں مدد پہنچانے کی ہر ممکن سعی کرتے ہیں، کھانے، گرم کپڑے، لحاف، جلانے والی لکڑیاں۔ الغرض یہ کہ سردی کا موسم ان کے ایمان کی گرمی پر اثر انداز نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ کی توفیق سے اسے اپنے ایمان کی حرارت میں اضافہ کا ذریعہ بنا لیتے ہیں، بعض سعادت مند تو ایسے بھی ہیں جن کے دل صرف انسانی ہمدردی سے معمور نہیں بلکہ وہ کسی بھی جاندار کے کرب وتکلیف کو دیکھ کر تڑپ اٹھتے ہیں اور ان کو مدد پہنچانا اپنا اخلاقی فریضہ سمجھتے ہیں، ایسے لوگ اس موسم میں اللہ کی بے زبان مخلوق کو گرمی پہنچانے کا انتظام کرتے ہیں، یہ کتنی بڑی نیکی کا کام ہے۔

ماہ ربیع الاول کی مناسبت سے ان سطور کے ذریعہ ہم اپنے کلمہ گو بھائیوں کو جو ایک بڑی رقم مکان، دکان، گلیوں اور راستوں کی سجاوٹ پر صرف کر رہے ہیں اس نبی کی محبت کے نام پر جو ہمدردی وغم گساری کا پیکر تھے کہ وہ اپنے اس عمل کا احتساب کریں، کیا نبی کا اسوہ اور صحابہ کرام کا یہی طریقہ تھا، اگر یہی رقم اس نبی کے ضرورت مند امتیوں پر صرف کردی جائے اور ان کے بچوں اور بوڑھوں کو خاص طور سے اس اذیت ناک سردی سے بچانے کی سعی کی جائے تو کیا ہمارے سچے محبان رسول ہونے کا یہ ثبوت نہیں ہوگا؟

سردی کے اس سخت ترین موسم میں رفاہی ادارے، حقوق انسانی کی تنظیمیں اور ریاستی ومرکزی حکومتیں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کریں خصوصا وہ لوگ جو نامساعد حالات کی وجہ سے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں یا جن کا آشیانہ اجڑ گیا اور وہ کیمپوں میں زندگی گذارنے پر مجبور ہیں، خاص طور سے انہیں مدد پہنچانے کا نظم کیا جائے، اگر بازآبادکاری کے بعد وہ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں تو اچھی بات ہوگی لیکن اگر کسی معقول وجہ سے ان کے لوٹنے میں دشواری ہو تو حکومت ان مظلومین کو نظر انداز نہ کرے، اس لیے کہ مظلوم کی آہ وبکا بڑی موثر ہوتی ہے، اقتدار کی چولیں ہلا دیتی ہے۔

سردی کو زحمت کے بجائے اپنے لیے رحمت کا موسم بنائیے اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوئیے، اس کا حقیقی لطف تو اسی وقت حاصل ہوگا جب ہم اس موسم کے لطف میں ان لوگوں کو شریک کریں گے جو اس سے محروم ہیں، یہ حقوق العباد کا تقاضا ہے اور حقوق اللہ کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس کے شب وروز کو صوم وصلاۃ سے معمور کریں تاکہ یہ ہمارے لیے توشۂ آخرت بن جائے۔☆

خطبۂ حرم

اتباع سنت اوراس کے تقاضے

ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس

اس پُرفتن دور میں جب ہر طرف دین سے بیزاری اورحق وباطل کی کشمکش برپا ہو،ظلمتوں کی گھٹاٹوپ تاریکی چھائی ہو، سنتوں کے نشان مٹائے جارہے ہوں،تقوی اور پرہیزگاری کی بات قندیل رہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔اس تقوے کی کرنوں سے تاریکیاں نابود ہوں گی اور اللہ تعالی کے نیکوکار بندوں اور شیطان کے پجاریوں میں واضح فرق نمایاں ہوگا،ارشاد ربانی ہے:

﴿يا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ إَن تَتَّقُواْ اللّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَاناً وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾

''اے ایمان والو!اگرتم اللہ سے ڈروتو وہ تمہارے لیے نکلنے کی راہ بنادے گااور تم سے تمہاری برائیاں دورکردے گااور تمہیں بخش دے گااوراللہ بہت بڑے فضل والا ہے''۔(۱)

جوتقوی کی دولت سے مالامال ہوگااسے ایسی روشنی ملے گی جومنزل تک پہنچائے گی،فرمان الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُوراً تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اے ایمان والو!تم اللہ سے ڈرواوراس کے رسول پرایمان لاؤ،وہ تمہیں اپنی رحمت سے دوحصے(اجر)دے گااور تمہارے لیے ایسا نور بنائے گا کہ تم اس کے ساتھ چلوگے اور وہ تمہیں بخش دے گااوراللہ بہت معاف کرنے والا،نہایت رحم کرنے والا ہے''۔(۲)

آج کے اس پرآشوب دور میں ہمیں تقوی کی اشد ضرورت ہے تاکہ اللہ تعالی کا وعدہ پوراہو،جیساکہ فرمایا گیا:

﴿وَعْدَ اللَّهِ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

''(یہ)اللہ کاوعدہ ہے،اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتااورلیکن اکثرلوگ نہیں جانتے''۔(۳)

برادران اسلام!امت مسلمہ کی بقاء،ترقی اور کامیابی قرآن وسنت کی تعلیمات پرعمل پیراہونے میں مضمر ہے۔جب

(۱)الأنفال:۸:۲۹۔

(۲)الحدید:۵۷:۲۸۔

(۳)الروم:۳۰:۶۔

تک لوگوں نے اس اصول کو تھامے رکھا دنیا کی قیادت وامامت کرتے رہے، مشرق ومغرب میں ان کا غلغلہ تھا اوراسلام کا جھنڈا ہر طرف لہرا رہا تھا، لیکن جب ان میں دین سے بیزاری اور کتاب وسنت سے دوری پیدا ہوئی تو اس کے شدید نقصانات زندگی کے ہر شعبے اور ہر گوشے میں دکھائی دینے لگے۔ ایمان وعقائد، اعمال واخلاقیات اور تمدنی ترقی غرض ہر جگہ ہمیں نقصانات اٹھانے پڑے حتی کہ باطل عقائداور نظریات ہم میں اس تیزی سے سرایت کر گئے کہ وہ دین کا حصہ بلکہ اصل دین دکھائی دینے لگے۔ امت کا شیرازہ بکھر گیا اور ہم مختلف فرقوں اور گروہوں میں تقسیم ہوگئے۔ ہماری صلاحیتیں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں ضائع ہونے لگیں۔ یہ سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ اس کے اثرات مزید بھیانک شکل اختیار کرکے دورتک پھیلتے چلے گئے۔ اسلامی عقائداوراس کی بنیادی تعلیمات پر حملوں کی بوچھاڑ ہونے لگی، پُرفریب نعروں کے ذریعے سے حقائق کو الجھانے کی کوشش کی گئی۔ سنت کی آئینی اور شرعی اہمیت، منزلت اور حیثیت کو گھٹانے کی جسارت کی گئی۔ ان حملوں کے نقصانات ہر سطح پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ لہٰذا حق اور سچائی کے پرستاروں کے لیےضروری ہے کہ وہ دفاع حق کے لیے کمربستہ ہوجائیں۔ یہ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی صفوں کو متحد کرکے سچائی کو عام کریں، جزوی اختلافات کو ایک طرف رکھ کر سنت کی حفاظت کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ اہل علم کے لیے اس سے بہتر دین کی اور کیا خدمت ہوسکتی ہے کہ وہ دین کے اس چشمۂ صافی کو گدلا نہ ہونے دیں، جیسا کہ امام یحیٰی بن یحیٰی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ، جو امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں، فرماتے ہیں:

"الذب عن السنة أفضل من الجهاد"۔

''سنت کی حفاظت جہاد سے افضل ہے''۔(۱)

اورعلامہ ابوعبید قاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"المتبع للسنة كالقابض على الجمر، وهو اليوم عندي أفضل من الضرب بالسيوف في سبيل الله"۔

''سنت کی پیروی کرنے والا یوں محسوس کرے گا جیسے اس نے اپنی ہتھیلی پر آگ کا انگارہ رکھ لیا ہو اور ایسا شخص میری نظر میں اس سے کہیں بہتر ہے جو تلواروں کے سائے میں جہاد کررہا ہو''۔(۲)

اس زمانے میں جبکہ مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پر طرح طرح کے غیر اسلامی افکار اور نظریاتی حملوں کی زد میں ہیں اور لوگوں کے نزدیک معیار حق کے پیمانے بدل چکے ہیں، ہماری معلومات ہر قسم کی رطب ویابس سے بھری پڑی ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ لوگ معروف کو منکر اور سنت کو بدعت سمجھنے لگے ہیں، ان حالات میں اہل حق پر واجب ہوچکا ہے کہ کسی

(۱) سیر أعلام النبلاء للذهبي: ۵۱۸/۱۰۔

(۲) تاریخ بغداد للخطیب: ۴۱۰/۱۲، سیر أعلام النبلاء للذهبي: ۴۹۹/۱۰۔

خوف اور لگی لپٹی کے بغیر حقائق کو سامنے لائیں، سنت کا دفاع کریں اور دین کے نام پر پھیلنے والے غلط افکار ونظریات کا ازالہ کریں، اپنی توجہ عقیدے کی اصلاح اور سنت کے اہتمام والتزام پر مرکوز کریں۔ ہر وہ چیز جو اس کے خلاف ہو یا غلط قسم کے شبہات کو جنم دے رہی ہو، اس کی جرأت سے تردید کریں، چاہے یہ باطل نظریات باطل افراد کی طرف سے پیش کیے جارہے ہوں یا باطل اداروں کی طرف سے کیونکہ حق اور سچائی کے مقابلے میں کوئی فکر یا نظریہ ہرگز قابل برداشت نہیں۔ علمائے کرام حالات حاضرہ کے تقاضوں سے پہلوتہی کررہے ہیں۔ چاروں طرف سے سنت کی آئینی اور شرعی حیثیت پر رکیک حملے ہورہے ہیں۔ ہمیں کمربستہ ہوجانا چاہئے تاکہ سنت کے خلاف ہونے والے حملوں کا مدلل اور مسکت جواب دیا جاسکے۔ یہ وقت کی پکار ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں اپنے عوام اور نوجوانوں کی رہنمائی کا فرض ادا کرنا چاہئے۔

دعوت وتبلیغ کے میدان میں کام کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی دعوتی سرگرمیوں کو سنت کے ساتھ مربوط کریں، کیونکہ یہ دین کی بنیاد ہے۔ فکری اور ثقافتی امور کو اہمیت دی جائے گی اور بنیادی مسائل نظر انداز کیے جائیں گے تو ٹھوس نتائج نہیں نکل سکیں گے۔ افسوس! اس وقت اس میدان میں کام کرنے والے رہنماؤں کی ایک بھاری تعداد اس مرض میں مبتلا ہے۔ اسی طرح تعلیمی اداروں سے منسلک افراد کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ درس گاہوں میں ان بنیادی امور کو پوری اہمیت دیں تاکہ ان میں پروان چڑھنے والی نسل پریشان خیالی اور تذبذب کا شکار نہ ہو۔

ذرائع ابلاغ ونشریات کی بھی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے پروگراموں میں سنت کے تقاضوں کو جس قدر ممکن ہو، اہمیت دیں۔ والدین اور گھر کے دیگر بزرگوں کا فرض ہے وہ وہ روزمرہ کی زندگی میں سنت سے والہانہ محبت کا عملی مظاہرہ کریں۔ غلط فکر وعمل کے لوگوں نے سنت کی ایسی ناقدری کررکھی ہے کہ اس کے المناک نتائج ہر سطح پر دیکھے جارہے ہیں۔ ہم نے سنت سے وابستگی کا بڑا ہی غلط اور ناقص مفہوم اپنے ذہنوں میں بٹھا رکھا ہے، یعنی بعض مخصوص دنوں اور راتوں میں سنت اور حب نبی ﷺ کا رسمی تذکرہ کردیا جائے اور پھر شتر بے مہار کی طرح ہم بے فکری سے آزاد زندگی گزاریں، گویا سال کے باقی دنوں میں ہمارا سنت سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ حیرت ہے کہ اس قسم کی باتیں دین کا لبادہ اوڑھ کر کی جارہی ہیں اور اس پر محبت کا لیبل لگا کر اسے مزین کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، فرمان الٰہی ہے:

﴿وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُواْ دِيْنَهُمْ لَعِباً وَلَهْواً وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا﴾

''اور (اے نبی!) ان لوگوں کو چھوڑ دیجئے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا ہے اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے''۔(۱)

اس وقت یہ ہم سب کی اجتماعی ذمہ داری ہے کہ احیائے سنت کی فکر اور عملی تدبیریں کریں، کیونکہ ہر مسلمان آخرت کی نجات کا متمنی ہے اور آخرت کی نجات اور جنت کا حصول صرف نبی کریم ﷺ کی اتباع اور سلف صالحین کے طریقے کو اپنا کر ہی

(۱) الأنعام:۶:۷۰۔

ممکن ہے۔

اتباع سنت کے مسئلے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے جو مختلف طریقوں سے لوگوں کے ذہنوں میں ڈال دی جاتی ہے، وہ ہے اکثریت کا راستہ، اکثریت کی پیروی۔ یہ انتہائی غلط پروپیگنڈہ ہے کیونکہ حق وصداقت کو اکثریت کی بنیاد پر نہیں بلکہ دلیل اور برہان کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے، فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾

''اور اگر آپ اہل زمین کی اکثریت کی اطاعت کریں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے، وہ اپنے گمان کے سوا کسی بات کی پیروی نہیں کرتے اور وہ اٹکل پچو باتیں ہی کرتے ہیں''۔(۱)

امت مسلمہ کے ذمہ داروں کو چاہئے کہ اس نازک موقع پر اپنے جزوی، ضمنی اور ذیلی اختلافات بھلا کر اپنی صفوں کو متحد کریں، اپنی صلاحیتوں کا صحیح اور برمحل استعمال کریں، اپنی اپنی جماعت اور تنظیموں کے خول سے باہر نکل آئیں، اپنی جدوجہد کے دائرے کو وسعت دیں، گروہی اور جماعتی اختلافات کو پس پشت ڈال دیں اور وسیع تناظر میں دین کے خادم بنیں۔خصوصا جن کا منہج ایک ہے، ان پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور شکست دینے کی لاحاصل کوشش ترک کردیں۔شخصی غلطیاں ہر جگہ ممکن ہیں، ان سے چشم پوشی کریں۔عفوودرگزر اور حکمت واصلاح سے کام لیں تاکہ وہ افکار اور قوتیں جو اسلام کی چولیں ہلانے میں سرگرداں ہیں انہیں ناکام ونامراد بنایا جاسکے۔اسی میں ہم سب کے لیے خیر اور بھلائی ہے۔

برادران اسلام! ہم محبان نبی ﷺ کے علاوہ اور کون ہے جو سنت کی اہمیت کو اجاگر کرسکے، اس پر ہونے والی فکری یلغار کو ناکام بناسکے اور اس پر بھنبھنانے والی مکھیوں کو بھگا سکے۔ یہ یقیناً ہم متبعین سنت کی ذمہ داری ہے جو اللہ عزوجل کی توفیق سے پوری کی جاسکتی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں کتاب وسنت کی پیروی کرنے کی توفیق دے اور ہم سب کی مغفرت فرمائے۔

لوگو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اپنے محبوب رسول ﷺ کی سنت کی پیروی کرو اور جان رکھو کہ بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین راستہ حضرت محمد ﷺ کا راستہ ہے اور سب سے بری بات دین میں نیا کام ایجاد کرنا ہے اور ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

یہ اللہ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے اپنی کتاب اور اپنے حبیب ﷺ کی سنت کی حفاظت کے لیے ایسے لائق وقابل لوگوں کو پیدا فرمایا جو ہر زمانے اور ہر علاقے میں اس کی حفاظت کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں، جو اس کی طرف آنے والی مسموم ہواؤں کا رخ پھیرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اس کے خلاف بھڑکائی جانے والی آگ بجھاتے ہیں اور جو بے جا شبہات کا بھرپور

(۱) الأنعام:۶:۱۱۶۔

جواب دینے کے اہل ہیں، جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے:

"لا تزال من أمتي أمة قائمة بأمر الله لا يضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتى يأتيهم أمر الله وهم على ذلك".

''میری امت میں ایک گروہ ہر دور میں حق کے ساتھ وابستہ رہے گا۔ ان کو بے یارومددگار چھوڑنے والے اوران کی مخالفت کرنے والے ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ وہ اسی حال میں ہوں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے گا''۔(۱)

یہی وجہ ہے کہ تاریخ کے اس طویل دورانیے میں سنت کے شیدائی ہر جگہ دکھائی دیتے ہیں، جنہوں نے راہ ہدایت کا چراغ ہمیشہ روشن رکھا۔ لوگوں کی ہردم رہنمائی کرتے رہے، ہر زمانے میں سنت شناسی اور صحیح سمت کی نشاندہی کرتے رہے اور اس راہ میں اٹھنے والا گردوغبار صاف کرتے رہے۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ ان علمائے ربانی کی قدر کریں، اپنی صفوں کو منتشر نہ ہونے دیں اور اپنا عظیم مقصد سامنے رکھیں۔ امت کا ہر فرد اپنی صلاحیت اور استطاعت کے مطابق اس سفینۂ حق کو آگے بڑھائے اور اس کے لیے خود بھی علوم شرعیہ سے بہرہ مند ہو، کیونکہ اس کے بغیر کوئی بھی جادۂ حق کا راہی بن سکتا ہے نہ قیادت کا فرض ادا کرسکتا ہے۔

درود وسلام پڑھیے محبوب مصطفیٰ، قدوۂ عالم، رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر جس کا اللہ عزوجل نے اپنی کتاب عزیز میں یوں حکم دیا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً﴾

''بلاشبہ اللہ اوراس کے فرشتے نبی پر رحمت و درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود وسلام بھیجو اور خوب خوب سلام بھیجو''۔(۲)

(ترجمہ: محمد عبدالہادی العمری، برطانیہ)

☆☆☆

(۱) صحیح البخاری، حدیث: ۳۶۴۱۔

(۲) الأحزاب: ۳۳: ۵۶۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں عالمی کانفرنس

بعنوان: الرسول محمد ﷺ وحقوقه على البشرية

اور اس میں جامعہ کے اعلیٰ وفد کی شرکت

۲۶، ۲۷/نومبر ۲۰۱۳ء کو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے زیر اہتمام دو روزہ عالمی کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں ۳۳/ممالک سے علماء و باحثین شریک ہوئے اور ۴۳۰ سے زیادہ مقالے پیش ہوئے۔

یہ کانفرنس پانچ جلسوں پر منقسم تھی، اس کانفرنس میں جامعہ سلفیہ بنارس سے صدر جامعہ مولانا شاہد جنید سلفی اور ناظم اعلیٰ مولانا عبداللہ سعود عبدالوحید کو شرکت کی دعوت ملی تھی، کانفرنس میں شرکت کے لیے یہ اعلیٰ وفد ۲۴/نومبر کی شام کو بنارس سے روانہ ہوا اور ۲۵/نومبر کو ان لوگوں نے عمرہ ادا کیا اور شام ساڑھے پانچ بجے بذریعہ ہوائی جہاز جدہ سے مدینہ پہونچے، ہوائی اڈہ پر جامعہ اسلامیہ کے نمائندے استقبال کے لیے موجود تھے، آپ کو سیدھے مسجد نبوی کے شمال میں واقع دارالایمان ہوٹل میں پہونچایا گیا جہاں آپ کا قیام رہا، اسی شام بعد نماز عشاء جامعہ سلفیہ کے طلباء سے مسجد نبوی میں ان کی ملاقات ہوئی، طلبہ نے جامعہ کی طرف سے ذمہ داران کی شرکت پر اپنی خوشی کا اظہار کیا اور مختلف مسائل پر تبادلۂ خیال کیا۔

دوسرے دن صبح ۸/بجے سے مؤتمر کا پہلا جلسہ زیر صدارت معالی الدکتور عبدالرحمٰن السدیس، الرئیس العام لشؤون الحرم المکی والحرم المدنی منعقد ہوا۔ افتتاحی پروگرام میں ولی عہد امیر سلمان بن عبدالعزیز آل سعود حفظہ اللہ شرکت کرنے والے تھے، مگر وہ کسی وجہ سے نہ آسکے۔ اس لیے ان کی نیابت ان کے صاحبزادہ امیر منطقہ مدینہ منورہ امیر فیصل بن سلمان بن عبدالعزیز آل سعود نے فرمائی۔ یہ افتتاحی پروگرام بعد نماز عشاء ۸/بجے تھا۔

افتتاحی پروگرام میں وقت محدود تھا، اس لیے صرف چند مخصوص لوگوں کو خطاب کرنے کی دعوت دی گئی۔ کانفرنس کا آغاز ایک طالب علم کے تلاوت قرآن سے ہوا۔ اس کے بعد مدیر الجامعۃ الاسلامیۃ نے خطاب فرمایا۔ اس کے بعد ایک طالب علم نے نظم پڑھی۔ پھر جامعہ سلفیہ کے ناظم اعلیٰ مولانا عبداللہ سعود بن عبدالوحید نے جملہ مہمانوں اور مشارکین کی نمائندگی کرتے ہوئے کلمۃ الضیوف پیش فرمایا۔ آپ کے بعد سماحۃ المفتی العام الشیخ عبداللہ بن عبدالعزیز آل الشیخ نے اپنا خطاب فرمایا۔ آخر میں جامعہ اسلامیہ میں ترقی کے کچھ مناظر دکھائے گئے، اور امیر مدینہ نے سنگ بنیاد کی رسم ادا کی، نیز خاص مشارکین کی تکریم کے بعد جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

رات کا کھانا گورنر ہاؤس میں تھا، امیر منطقۃ المدینۃ المنورہ صاحب السمو الامیر فیصل نے جامعہ سلفیہ کے وفد کا استقبال کیا، اور امین عام شیخ عبداللہ سعود کے خطاب پر اپنی خوشی کا اظہار فرمایا۔

اس سفر میں معالی الدکتور عبدالرحمٰن السدیس الرئیس العام لشؤون الحرم المکی والحرم المدنی، سماحۃ الشیخ عبدالرحمٰن الحذیفی، سعادۃ الدکتور ابراہیم بن عبید العبید وکیل الجامعۃ للشؤون التعلیمیۃ بالجامعہ، فضیلۃ الدکتور عبداللہ بن سلیمان الغفیلی عمید خدمۃ المجتمع بالجامعۃ الاسلامیۃ، سعادۃ الدکتور عبداللہ مساعد الزہرانی عمید القبول والتسجیل بالجامعۃ الاسلامیۃ، فضیلۃ الدکتور عبدالعزیز بن محمد الفریح اور دیگر اہم شخصیات سے جامعہ کے ذمہ داران کی ملاقات ہوئی اور جامعہ سلفیہ کے بارے میں تبادلۂ خیال ہوا۔

جامعہ اسلامیہ میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی کانفرنس تھی اور موضوع کے اعتبار سے بہت اہم تھی، اللہ کرے اس کانفرنس کے بہتر نتائج سامنے آئیں، اور رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات اور آپ کے اخلاق کی روشنی میں دنیا رہنمائی حاصل کرے۔ ☆☆

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی عالمی کانفرنس میں

مولانا عبداللہ سعود بن عبدالوحید سلفی ناظم اعلی جامعہ سلفیہ بنارس کا خطاب (کلمۃ الضیوف والمشارکین)

تمام تعریف اس اللہ رب العالمین کے لیے لائق وزیبا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے اور اللہ کی رحمت و برکتیں نازل ہوں اس ہستی مبارک پر جنہیں اللہ تبارک وتعالی نے سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا، ہمارے نبی ﷺ اوران کے تمام آل واصحاب پر۔

عالیجاہ امیر سلمان بن عبدالعزیز آل سعود حفظہ اللہ ولی عہد مملکت اور نائب صدر مجلس وزراء، وزیر دفاع مملکت سعودی عرب!

عزت مآب ڈاکٹر عبدالرحمن بن عبداللہ السند حفظہ اللہ، وائس چانسلر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

گراں قدر باسعادت اصحاب فضل حضرات اوراس کانفرنس ''محمد ﷺ اور انسانیت پران کے حقوق'' میں شرکت کرنے والے تمام اسلامی بھائیو۔

مجھے اس مبارک محفل میں شرکاء کانفرنس کی نیابت کرتے ہوئے اور خود اپنے صمیم قلب سے ''کلمۃ الضیوف'' پیش کرتے ہوئے بے انتہا مسرت ہورہی ہے، میں آپ سبھی حضرات کی خدمت میں اسلامی آداب کے مطابق سلام عرض کرتا ہوں۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حاضرین محفل!

آج دنیا اللہ کے فضل اور جدید ٹکنالوجی کی حیران کن ترقی کے نتیجے میں سمٹ کر رہ گئی ہے، دوریاں مٹ گئی ہیں، دور دراز کی مسافتیں بھی بہ آسانی طے پانے لگی ہیں، گویا کہ یہ لمبی چوڑی دنیا ایک چھوٹی سی بستی اور گاؤں ہوکر رہ گی ہو، جہاں مختلف تہذیبوں کا باہم لقاء ممکن ہو، ثقافتوں کا بلا کسی جغرافیائی حدود کی رکاوٹ کے ملن آسان ہو، جس کے نتیجے میں مختلف ثقافتیں آپس میں متعارف ہوں اور ایک دوسرے سے استفادہ کریں، ہر ثقافت دوسری ثقافتوں کے حق کا اعتراف کرے، لہذا ہونا تو یہ چاہئے کہ آج کی دنیا کا علم وتجربہ اور مختلف ثقافتوں کے بارے میں اس کی معرفت گذشتہ زمانوں کی بہ نسبت کہیں زیادہ اور مبنی بر ہدایت ہو، اور موجودہ زمانے میں اس کا سلوک ماضی سے زیادہ درست اور مبنی برانصاف ہو۔

مگر آج کی اس وسیع وعریض دنیا میں عموما اور مغربی دنیا میں خصوصاً جو حادثات اور ہنگامے ہوتے ہیں اس پر غور کرنے والا اس کی بدحالی سے دل برداشتہ ہوجائے گا اوراس کی خستہ حالی سے بلبلا اٹھے گا، کیونکہ آج کی دنیا ظلم وسرکشی، گمراہی

وجہالت اور انسانیت سوز جرائم کی آماجگاہ بن چکی ہے کہ جہاں افضل البشر جنہیں اللہ تعالی نے روشن چراغ اور رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا اور جن کی بعثت کے ذریعہ نبیوں کے سلسلے کو ختم کیا تھا ان کی شان میں گستاخیاں اپنی بدترین شکل اور مختلف بے ہودہ وسائل کے سہارے کھلے بندوں آزمائی جارہی ہے۔

اور دنیا یہ بھولتی جارہی ہے کہ یہی وہ رسول رحمت ہیں جنہوں نے پوری انسانیت کو سلامتی کا پیغام دیا، جن کی رسالت خالدہ، اور بلند تعلیمات کی وجہ سے دنیا روشن ہوگئی، جن کی تعلیمات کی روشنی میں اہل مغرب جہالت وتاریکی سے نکل کر علم وحضارت (تہذیب) کی جانب ہدایت یاب ہوئے، یہ بدسلوکی اور گستاخی تو نبی کریم ﷺ کے اس احسان کی ناقدری ہے جو انہوں نے انسانیت پر کیا، بلکہ یہ تو احسان کرنے والے کے حقوق پر نقب زنی رسول اللہ ﷺ کے مقام ومرتبے سے نابلد رہنے کی دلیل، اور اس اللہ کا انکار ہے جس نے انہیں ہدایت اور دین حق سے آراستہ کرکے مبعوث فرمایا بلاشبہ یہ عظیم عالمی کانفرنس جسے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، نبی کریم ﷺ کی خصوصیات اور انسانیت پر ان کے حقوق کی معرفت کی خاطر منعقد کررہی ہے، آج کے دور کی حاجت اور موجودہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔

بے شک اللہ عزوجل نے انبیاء ورسل کو اس دنیا کے باسیوں کی ہدایت اور اس پر امن واستقرار کو یقینی بنانے کی غرض سے مبعوث فرمایا، ان کا دین ومقصد ایک تھا۔

جیسا کہ ارشاد باری ہے: ﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحاً وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ﴾ (الشوریٰ:۱۳)

ترجمہ: اللہ تعالی نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کردیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جو (بذریعہ وحی) ہم نے تیری طرف بھیج دی ہے، اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسی اور عیسی (علیہم السلام) کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا جس چیز کی طرف آپ انہیں بلا رہے ہیں وہ تو (ان) مشرکین پر گراں گزرتی ہے، اللہ تعالی جسے چاہتا ہے اپنا برگزیدہ بناتا ہے اور جو بھی اس کی طرف رجوع کرے وہ اس کی صحیح رہنمائی کرتا ہے۔ (جوناگڑھی)

دنیا نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے فتنہ وفساد کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھی، انانیت، بے راہ روی اور ظلم وطغیان کا اس پر سکہ چلتا تھا، انسانیت طرح طرح کی بندگیوں اور ماتحتیوں میں جکڑی ہوئی تھی، ایسے پریشان کن اور تاریک ماحول میں اللہ تبارک وتعالی نے اپنے نبی محمد ﷺ کو، ہادی، مبشر اور نذیر بنا کر مبعوث فرمایا، پس لوگوں نے ان سے دشمنیاں مول لیں اور اللہ کے نور کو اپنے پھونکوں سے بجھانا چاہا مگر اللہ نے اپنے نور کو کافروں کی تمام تر ناپسندیدگی کے باوجود پایۂ تکمیل تک پہونچایا، نتیجتاً لوگ جہل سے علم، شرک سے توحید، ظلم سے عدل، زیادتی وبدبختی سے رحمت وسعادت کی آغوش میں آگئے، اللہ کا قول برحق

ہے کہ: "وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين"، لہٰذا انسانیت کا یہ فرض بنتا ہے کہ رسول انسانیت کی سیرت، تعلیمات اور انسانیت پر ان کے عظیم احسانات پر آگاہی حاصل کرے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان سے محبت رکھنا انہیں اپنا قدوہ و امام بنانا ہی ان کی تکریم و تائید، عزت و احترام اور تعظیم و توقیر کا بہترین ذریعہ ہے۔

معزز حاضرین!

آج کی دنیا جس ترقی و تقدم میں داد عیش دے رہی ہے اس کی ابتدا نبی مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھوں ہوئی، ذرا غور کیجئے امن واستقرار کی وہ نعمت جسے ہمارے نبی ﷺ نے اس جہاں میں قائم کیا تھا، اس کے بغیر کیا یہ ممکن تھا کہ ترقی و انقلاب کا یہ کارواں آگے بڑھتا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْ الْأُمِّیِّیْنَ رَسُولاً مِّنْهُمْ یَتْلُو عَلَیْهِمْ آیَاتِهِ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَإِن کَانُوا مِن قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ﴾ (الجمعۃ:۲)

ترجمہ: (اللہ) وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے، یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

یقیناً وہ ﷺ اللہ کی عظیم رحمت ہی ہیں، اور ہم پر ان کی قدردانی اور تعظیم لازم آتی ہے، نیز تمام عالم کو عموماً اور بلاد اسلامیہ کو بالخصوص آپ ﷺ کی عطر بیز سیرت سے روشناس کرانا ہماری ذمہ داری قرار پاتی ہے، خاص کر آج کے زمانے میں جس میں ظلم وطغیان پاؤں پسارے ہوئے ہیں اور سفینۂ سلام کو نذر آتش کیا جا چکا ہے۔

ان مخلصانہ جہود اور مبارک مساعی پر سب سے پہلے خادم حرمین شریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز آل سعود اور ان کے ولی عہد امیر سلمان بن عبدالعزیز آل سعود (اللہ ان کا سایہ ہم پر تادیر قائم رکھے) اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ذمہ داران کا خود اپنی جانب اور کانفرنس میں شریک تمام اصحاب علم وقلم کی جانب ہدیہ شکر وامتنان پیش کرتا ہوں۔

یہ شہر مقدس آج سے چودہ صدی قبل نزول وحی اور ہجرت رسول ﷺ کی برکت سے روشن ہوا تھا، اور اب گذشتہ صدی میں اس مبارک یونیورسٹی جامعہ اسلامیہ کی تاسیس سے جھلملا اٹھا ہے، اور یہ جامعہ چہار دانگ عالم سے اپنی تشنگی سلف صالحین کے منبع صافی سے بجھانے کے خواہش مندوں کا ماوی وملجا بن چکا ہے۔ اس پر مزید یہ کہ یہ یونیورسٹی سب سے بڑا عالمی مرکز علم ثابت ہو رہا ہے جو کہ اس پاک سرزمین پر قائم ہے۔ یہ مملکت توحید کا ہر زمان ومکان میں قابل فخر کارنامہ شمار ہوگا۔ اللہ اس جامعہ کو حاسدین کے حسد اور دسیسہ کاروں کی بداندیشیوں سے محفوظ رکھے، اور اس کے قائم کرنے والوں اور ذمہ داروں کی کاوشوں کو شرف قبولیت بخشے اور ثواب جزیل عطا فرمائے۔

معزز حاضرین!

مجھے بڑی مسرت وسعادت محسوس ہو رہی ہے کہ اس موقع پر آپ حضرات کو باور کراتا چلوں کہ جماعت اہل حدیث

ہند مملکت محروسہ سعودی عرب کے ساتھ نہایت قدیم اور پائیدار رشتوں سے مربوط ہے، یہ رشتہ ملک معظم شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود رحمہ اللہ کے ہاتھوں اس مملکت کی بنیاد پڑنے کے وقت سے قائم ہے۔

پھر جب ان کے فرزند ارجمند شاہ سعود رحمہ اللہ نے ہندوستان کا دورہ کیا تو اپنی بابرکت تشریف آوری سے شہر بنارس کی بھی عزت افزائی کی تھی، یہی وہ شہر بنارس ہے جہاں جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) کی تاسیس عمل میں آئی، جس کا سنگ بنیاد شاہ سعود رحمہ اللہ کے حکم سے معالی الاستاذ یوسف الفوزان رحمہ اللہ نے رکھا جو اس وقت ہندوستان میں مملکت سعودی عرب کے سفیر تھے۔ اور اس زمانے میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی پاسبانی بحیثیت وائس چانسلر جامعہ کے علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کررہے تھے۔ لہٰذا جامعہ سلفیہ کے ذمہ داران نے افتتاح کا وقت قریب آنے پر اس جامعہ میں کتاب وسنت کے مطابق تعلیم کے باقاعدہ آغاز کے لیے آپ رحمہ اللہ سے مشورہ کیا، شیخ رحمہ اللہ نے ان کے جواب میں لکھا:

’’ہمیں آپ حضرات کا ۱۶/۶/۱۳۸۵ھ کو لکھا ہوا خطاب موصول ہوا، اور آپ کے جامعہ کے عنقریب افتتاح کی خبر سن کر بے حد مسرت ہوئی، اللہ تبارک وتعالی اسے اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی کی خاطر بقاء ودوام عطا فرمائے۔ یہ ایک گراں قدر پروجیکٹ ہے، ہم اللہ سے جامعہ کے نگہبانوں کو اسے عملی جامہ پہنانے کی توفیق بخشنے کی دعا کرتے ہیں، ساتھ ہی ہمارا مشورہ ہے کہ آپ حضرات جلالۃ الملک فیصل کو بھی اس سلسلے میں خطاب ارسال کریں تاکہ وہ بھی اس کار خیر میں خاطر خواہ تعاون فرمائیں، ان شاء اللہ، کیونکہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے اور بڑے تعاون کا محتاج بھی، اور میں عنقریب تعلیم کے آغاز کے موقع سے وہاں تشریف لانے کی کوشش کروں گا، اور اگر موقع نہ ملا تو کسی ایسے شخص کو جو اس کام کے لیے موزوں ہو اپنی نیابت کے لیے بھیجوں گا۔ ساتھ ہی اس سلسلے میں ہمیں جو تعاون حاصل ہوگا وہ بھی ارسال کروں گا، ان شاء اللہ۔ اللہ آپ لوگوں کو اس عظیم مقصد میں کامیاب کرے اور رہنمائی فرمائے۔

نائب رئیس جامعہ اسلامیہ

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

دوسری جانب ٹھیک ان ہی ایام میں رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے سکریٹری نے شاہ نیک نام ملک فیصل بن عبدالعزیز آل سعود کی جانب سے یہ خوشخبری سنائی کہ آپ لوگوں کے ۳۰/۸/۱۳۸۵ھ کو تحریر شدہ خطاب کے بموجب ہم آپ کو خوشخبری دے رہے ہیں کہ ہم نے آپ کا خطاب جلالۃ الملک فیصل کی خدمت میں ارسال کیا اور انہوں نے آپ حضرات کی حسب رغبت جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے دو استاذوں کو ایک عربی زبان اور دوسرے علوم شرعیہ کی تدریس کے لیے بھیجنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ اور اس کی تنفیذ کے لیے ایک خطاب جامعہ اسلامیہ کے نائب صدر کو ارسال کیا جاچکا ہے اور یقیناً نائب صدر صاحب بھی آپ حضرات کو اس کی اطلاع کریں گے۔

ہماری نیک تمنائیں قبول فرمائیں

امین عام، رابطہ عالم اسلامی

معزز حاضرین!

یہاں میں ایک اہم بات کی جانب آپ حضرات کی توجہ مبذول کرنے کی اجازت چاہوں گا، وہ یہ کہ جامعہ سلفیہ وجامعہ اسلامیہ کے درمیان منہج ومقصد کے اعتبار سے ایک چیز قدرے مشترک ہے کہ جس قابل قدر موضوع پر یہ کانفرنس منعقد ہورہی ہے، اس میں جامعہ سلفیہ بنارس کی بھی قابل ذکر حصہ داری رہی ہے، اور اس سنہری موقع پر مجھے اس کی یاددہانی کرانے پر یہی بات ابھار رہی ہے۔ اور سب سے اہم بات جس پر جامعہ سلفیہ فخر کرسکتا ہے اور جس کارنامے کو زمانہ کبھی فراموش نہیں کر سکتا وہ عصر حاضر میں سیرت طیبہ کے موضوع پر لکھی گئی سب سے مشہور کتاب ''الرحیق المختوم'' کی تالیف ہے۔ جسے جامعہ سلفیہ کے ایک موقر استاذ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے جامعہ میں دوران تدریس اس جامعہ کی عظیم الشان لائبریری اور اس کے فاضل مشائخ سے استفادہ کرتے ہوئے تالیف کی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ جامعہ سلفیہ کو اپنے کمپاؤنڈ میں سیرت طیبہ کے موضوع پر دو عظیم المرتب عالمی کانفرنسیں منعقد کرنے کی سعادت بھی حاصل ہے۔ پہلی کانفرنس "المؤتمر العالمي للسيرة النبوية العطرة" اور دوسری "السنة النبوية والسلام العالمي" کے عنوان سے۔ ان میں سے آخر الذکر کا انعقاد ابھی چند مہینوں قبل عمل میں آیا، جس میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے پانچ جلیل القدر اساتذہ نے بشمول وکیل الجامعۃ الاسلامیۃ اور عمید القبول والتسجیل وعمید خدمۃ المجتمع حفظہم اللہ نے شرکت کی۔ الحمد للہ دونوں کانفرنسوں میں کی گئی جدوجہد نتیجہ خیز ثابت ہوئیں اور عوام اس کے نتیجے میں دین کے دونوں اصل مصادر کتاب وسنت کی طرف لوٹنے لگے اور ان کو ان کا اصل مقام ومرتبہ دینے لگے۔ یہ بات دشمنان اسلام اور ان بدعتی وگمراہ فرقوں کی راتوں کی نیند حرام کردینے کا باعث بنی جو خود کو اسلام سے ناطہ رکھنے والا بتاتے ہیں، انہیں اس بات کا خطرہ نظر آنے لگا کہ کہیں ان کے قدموں تلے سے بساط نہ کھینچ جائے اور لوگوں پر ان کا دبدبہ ختم نہ ہوجائے۔

معزز حاضرین!

ان بدلے ہوئے حالات وفضا میں اس کانفرنس کا انعقاد ان شاء اللہ ایک نیک فال ثابت ہوگا اور اس کی گونج دنیا میں دیر تک سنی جائے گی۔

اس کانفرنس کی اہمیت وضرورت کی سب سے بڑی دلیل مملکت مبارکہ کی جانب سے اس کی قابل لحاظ نگہبانی اور رعایت ہے کہ خود بادشاہ وقت خادم الحرمین الشریفین اس کی سرپرستی فرمارہے ہیں اور ان کے ولی عہد امیر سلمان بن عبدالعزیز آل سعود حفظہ اللہ کی بذات خود تشریف آوری اس میں چار چاند لگا رہی ہے۔ بلاشبہ ان کی تشریف آوری وشرکت شرکاء کانفرنس کی ہمت افزائی اور منعقدین وشرکاء کی تکریم کا باعث ہے۔ اللہ انہیں جزاء خیر سے نوازے۔

اللہ تبارک وتعالی خادم الحرمین الشریفین اور ان کے اخوان واعوان کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا کرے اور انہیں عمل پیہم وسعی مسلسل کی توفیق بخشے اور انہیں ہماری اور تمام مسلمانوں کی جانب سے جزائے خیر سے نوازے اور اس مملکت اس کے حکام اور عوام کو اور زیادہ ترقی وتقدم مرحمت فرمائے، ساتھ ہی ہم جامعہ اسلامیہ کے وائس چانسلر ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن عبداللہ

السند اوران کے جملہ رفقاء کار وتمام شرکاء کانفرنس کی خدمت میں بھی ہدیہ تشکر وامتنان پیش کرتے ہیں اوراس کانفرنس کی کامیابی کے لیے مولائے کریم کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ وہ کانفرنس اوراس میں شریک اس جم غفیر کوان کے نیک مقاصد میں کامیاب کرے۔

اے اللہ ہمارے اس اجتماع کو اپنی رحمت کے سایے میں رکھ اور ہماری جدائی بھی اس کانفرنس کے بعد گناہوں کے کفارے اور مغفرت کا باعث بنا، اور ہمارے مابین سے نہ ہم میں سے نہ ہمارے ساتھ کے لوگوں میں سے کسی کو بھی نامراد ومحروم نہ بنا۔

وصلى الله وسلم على نبيه خاتم الأنبياء والرسل محمد وعلى آله وصحبه أجمعين۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبداللہ سعود بن عبدالوحید
ناظم اعلی
جامعہ سلفیہ، بنارس

(بقیہ درس قرآن)

سوال یہ ہے کہ اسلام قرآن وحدیث میں ہے یا کسی ایک امام کے فتوے میں؟ قرآن وحدیث کو جس اہتمام کے ساتھ کتابی شکل میں جمع کیا گیا، اور محدثین کرام نے جس محنت اور جانفشانی سے لمبے لمبے سفر کرکے علماء ومحدثین سے معلومات لے کر اپنی کتابوں میں اکٹھا کیا، کیا اس طرح کے اہتمام ائمہ کرام کے فتاوے اوران کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں؟ کیا ان ائمہ نے اپنے متبعین کو کتاب وسنت کے مقابلہ اپنے فتوی کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کی نصیحت نہیں کی ہے؟ کیا کسی ایک امام کی کتاب میں دین کی تمام باتیں محفوظ ہیں؟ کیا جب اجلۂ صحابہ، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی دین کے ہر مسئلہ کو نہیں جانتے تھے تو کیا کسی ایک امام کی تقلید سے غلطی کا امکان نہیں ہے؟

اگر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو ہمارا دل خود کہے گا کہ یہ تقلید شخصی صحیح راستہ نہیں ہے۔ تقلید شخصی سے نعوذ باللہ نبی کی ذات مجروح ہوتی ہے۔ ہم محمد ﷺ کو خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں مگر تقلید امام کی کرتے ہیں۔ اگر کبھی امام کے فتوی کے برخلاف حدیث رسول پیش کی جاتی ہے تو ہم حدیث کی تاویل کرکے امام کے قول کو اولیت دے دیتے ہیں۔ ہم نے ان بہت سی کتابوں سے اپنے دل پھیر لیے جو محدثین کرام نے حدیث رسول کو منقح اور دوسروں کے کلام سے الگ کرنے کے لیے اکٹھا کئے، ہزاروں راویوں کے حالات قلمبند کئے۔ تاکہ احادیث رسول کی حقانیت واضح ہوجائے۔ افسوس کہ احادیث رسول کا ذخیرہ اوراسلام کی یہ امتیازی خصوصیت تقلید امام کی وجہ سے نظر انداز کیا جانے لگا۔

(جاری)

نبی اکرم ﷺ کا عفوو درگذر

(۲-۲) محمد اسلم مبارک پوری

سیرت طیبہ کے اخلاقی نقوش اس قدر تابندہ اور زرخیز ہیں کہ ان کی جس قدر بھی جلوہ آرائی ہو اس سے اس کے حسن و تابناکی میں کوئی فرق نہیں پڑتا، ''نبی اکرم ﷺ کا عفوو درگذر'' کے عنوان سے زیر نظر مضمون کی پہلی قسط گذشتہ شمارہ میں پیش کی گئی جس میں عفوو درگذر کے متعدد واقعات پیش کئے گئے۔ اب قارئین اس مضمون کو آگے ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

حارث بن ابی ضرار کے اسلام لانے کی وجہ سے یہودیوں کی اسلام کے خلاف بغض ونفرت کی چنگاری سرد پڑ گئی، اور بنونضیر اور بنوالمصطلق نے نبی ﷺ کے خلاف محاذ آرائی ترک کردی۔ بعد میں ان قبیلوں کی کسی شورش اور جنگی تگ ودو کا سراغ نہیں ملتا، کیونکہ عرب کا دستور تھا کہ وہ رشتہ مصاہرت کا بڑا احترام کرتے تھے۔ ان کے نزدیک دامادی کا رشتہ مختلف قبائل کے درمیان قربت کا ایک اہم باب تھا۔ اور داماد سے جنگ لڑنا اور محاذ آرائی کرنا بڑے شرم وعار کی بات تھی۔ (۱)

عبداللہ بن ابی بن سلول راس المنافقین تھا۔ اس کا نفاق کسی سے ڈھکا چھپا نہ تھا۔ جنگ احد کے موقع پر جب دشمن آپ ﷺ کے بہت قریب تھے۔ اور ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے کہ اسی اثنا میں منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی نے تمرد وشرکسی اختیار کرتے ہوئے کوئی ایک تہائی لشکر یعنی تین سو افراد کو لے کر یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ ہم نہیں سمجھتے کہ کیوں خواہ مخواہ اپنی جان دیں۔ اس نازک ترین موقع پر جابر رضی اللہ عنہ کے والد عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنا فرض یاد دلایا۔ چنانچہ انہوں نے اسے ڈانٹتے ہوئے واپسی کی ترغیب دی اور یہ کہتے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے چلے کہ آؤ، اللہ کی راہ میں لڑو یا دفاع کرو، مگر اس نے جواب میں کہا کہ اگر ہم جانتے کہ آپ لوگ لڑائی کریں گے تو ہم واپس نہ ہوتے۔ یہ جواب سن کر عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے واپس ہوئے کہ او اللہ کے دشمن، تم پر اللہ کی مار، یاد رکھو اللہ تعالی اپنے نبی ﷺ کو تم سب سے مستغنی کردے گا۔

ان منافقین کے بارے میں اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی: (۲)

﴿وما أصابكم يوم التقى الجمعان فبإذن الله وليعلم المؤمنين، وليعلم الذين نافقوا وقيل لهم تعالوا قاتلوا في سبيل الله أو ادفعوا قالوا لو نعلم قتالا لاتبعناكم هم للكفر يومئذ أقرب منهم

(۱) الرحیق المختوم (ص ۲۴۳-۲۴۴)

(۲) تفسیر قرطبی (۲۶۶/۴)

للإيمان يقولون بأفواههم ما ليس في قلوبهم، والله أعلم بما يكتمون﴾ (سورہ آل عمران:۱۶۶-۱۶۷)
اور تمہیں جو کچھ (احد کے) دن پہنچا جس دن دو جماعتوں میں مڈبھیڑ ہوئی تھی۔ وہ سب اللہ کے حکم سے تھا۔ اور اس لیے کہ اللہ تعالی ایمان والوں کو ظاہری طور پر جان لے۔ اور منافقوں کو بھی معلوم کرلے جن سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یا کافروں کو ہٹاؤ، تو وہ کہنے لگے کہ اگر ہم لڑائی جانتے تو ضرور ساتھ دیتے۔ اس دن یہ نسبت ایمان کے کفر سے بہت زیادہ قریب تھے۔ اپنے منہ سے وہ باتیں بناتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں۔ اور اللہ تعالی خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں۔

اس کے بعد بھی عبداللہ بن ابی کا تمرد ختم نہیں ہوا، بلکہ اس کے برے موقف میں اور سختی آ گئی۔ جب غزوہ مریسیع (غزوہ بنوالمصطلق) پیش آیا تو اس میں اس کی یہی روش رہی۔ اور ٹھیک وہی کیا جو اللہ تعالی نے اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿لو خرجوا فيكم ما زادوكم إلا خبالا ولأوضعوا خلالكم يبغونكم الفتنة﴾ (سورۃ التوبہ:۴۷)
اگر یہ تم میں مل کر نکلتے بھی تو تمہارے لیے سوائے فساد کے اور کوئی چیز نہ بڑھاتے بلکہ تمہارے درمیان خوب گھوڑے دوڑاتے، اور تم میں فتنے ڈالنے کی تلاش میں رہتے۔

چنانچہ اسی غزوہ میں اس نے اپنی بھڑاس نکالی اور ایسا پروپیگنڈہ کیا جس سے مسلمانوں کی صفوں میں خاصا اضطراب پیدا ہوگیا۔ اور ''حادثہ افک'' کا تانا بانا بن کر کے رہی سہی کسر بھی پوری کردی۔ اس حادثہ کے بارے میں اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين جاؤوا بالإفك عصبة منكم، لا تحسبوه شرا لكم، بل هو خير لكم، لكل امرئ منهم ما اكتسب من الإثم، والذي تولى كبره منهم له عذاب عظيم﴾ (سورۃ النور:۱۱) جو لوگ بہت بڑا بہتان لائے ہیں یہ بھی تم میں سے ہی ایک گروہ ہے، تم اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ہاں ان میں سے ہر ایک شخص پر اتنا گناہ ہے جتنا اس نے کمایا ہے۔ اور ان میں سے جس نے اس کے بہت بڑے حصے کو سرانجام دیا ہے اس کے لیے عذاب بھی بہت ہی بڑا ہے۔

یہ واقعہ مختصراً یوں ہے کہ حکم حجاب کے بعد غزوہ مریسیع (غزوہ بنوالمصطلق) سے واپسی پر نبی ﷺ اور صحابہ کرام نے مدینہ کے قریب ایک جگہ قیام فرمایا۔ صبح کو جب وہاں سے روانہ ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج بھی، جو خالی تھا، اہل قافلہ نے یہ سمجھ کر اونٹ پر رکھ دیا کہ ام المومنین اس کے اندر ہوں گی۔ اور وہاں سے روانہ ہوگئے۔ دراں حالیکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ہار کی تلاش میں باہر گئی ہوئی تھیں۔ جب واپس آئیں تو دیکھا کہ قافلہ کوچ کر گیا ہے۔ یہ سوچ کر وہیں لیٹ رہیں کہ جب ان کو میری غیر موجودگی کا علم ہوگا تو تلاش کے لیے واپس آئیں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد صفوان سلمی رضی اللہ عنہ آگئے جن کی ذمہ داری یہ تھی کہ قافلے کی رہ جانے والی چیزیں سنبھالیں۔ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو حجاب سے پہلے دیکھا تھا انہیں دیکھتے ہی پہچان گئے اور بے ساختہ ﴿إنا لله وإنا إليه راجعون﴾ پڑھا، اور سمجھ گئے کہ قافلہ غلطی سے یا لاعلمی میں

ام المومنین رضی اللہ عنہا کو یہیں چھوڑ کر آگے چلا گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اونٹ پر انہیں سوار کرلیا۔ اور خود نکیل تھامے پیدل چلتے چلتے قافلہ کو جا ملے۔ منافقین نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس طرح بعد میں اکیلے صفوان سلمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آتے دیکھا تو اس موقع کو بہت غنیمت جانا۔ اور راس المنافقین عبداللہ بن ابی نے کہا کہ یہ تنہائی اور علاحدگی بے سبب نہیں۔ اور یوں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو صفوان سلمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مطعون کردیا۔ حالانکہ وہ دونوں ان باتوں سے یکسر بے خبر تھے۔ بعض مخلص مسلمان بھی منافقین کے اس پروپیگنڈے کا شکار ہوگئے۔ مثلا: حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم۔

نبی ﷺ پورے ایک ماہ تک سخت پریشان ومضطرب رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت نازل فرمائی، سورۃ النور کی ابتدائی آیات میں اس واقعہ کو اختصار وجامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ (۱)

اس طرح ایک مہینہ کے بعد مدینہ کی فضا شک وشبہات اور قلق واضطراب کے بادلوں سے صاف ہوگئی۔ اور عبداللہ بن ابی اس طرح رسوا ہوا کہ دوبارہ سر نہ اٹھا سکا۔ اس کے بعد جب کوئی گڑبڑی کرتا تو خود اس کی قوم اسے عتاب کرتی اور اسے سخت سست کہتی۔ اس کیفیت کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب سے کہا: اے عمر! کیا خیال ہے؟ دیکھو، واللہ اگر تم نے اس شخص کو اس دن قتل کردیا ہوتا تو اس پر بہت سی ناکیں بھڑک اٹھیں، لیکن اگر آج انہی ناکوں کو اس کے قتل کا حکم دیا جائے تو وہ اسے قتل کردیں گی۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

والله علمت لأمر رسول الله ﷺ أعظم بركة من أمري. (۲)

واللہ، میری خوب سمجھ میں آگیا کہ رسول اللہ ﷺ کا معاملہ میرے معاملہ سے زیادہ بابرکت ہے۔

نبی ﷺ نے عبداللہ بن ابی کے قتل کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ "لئلا يتحدث الناس أن محمدا يقتل أصحابه" (۳) کہیں لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب کو قتل کررہے ہیں۔ تاکہ دعوت اسلامی کا کاز متاثر نہ ہو، اور مسلمانوں کے درمیان فتنہ وفساد کا سبب نہ بنے۔

عبداللہ بن ابی بن سلول کی شرارتوں اور دسیسہ کاریوں کی اطلاع جب اس کے لڑکے کو ہوئی تو خود اس نے اپنے والد کے قتل کی اجازت چاہی تو اسے بھی نبی ﷺ نے قتل کی اجازت نہ دی۔ بلکہ اس کی ان حرکتوں کو دامن عفو میں جگہ دیتے ہوئے یہ کلمات آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) بخاری (۴۱۴۱) مسلم (۲۷۷۰/۱۰) بشرح النووی (۱۰۲/۱۷)

(۲) سیرت ابن ہشام (۹۵۹/۳)

(۳) بخاری (۳۵۱۸)، مسلم (۲۵۸۴/۶) بشرح النووی (۱۳۸/۱۶)

"بل نترفق به، ونحسن صحبته ما بقي معنا". (۱)

بلکہ ہم اس کے ساتھ نرمی کریں گے، اور جب تک ہماری صحبت میں رہے گا، اچھا سلوک کریں گے۔

نبی ﷺ نے عفو وکرم اور احسان کا جو مظاہرہ فرمایا، وہ آپ کی عبقریت شان پر دلالت کرتا ہے۔ اور آپ نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اس کا جب انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے اس پر اپنا لعاب دہن لگایا، اور اپنی قمیص پہنائی۔ (۲)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوگیا تو اس کے بیٹے عبداللہ (جو مسلمان ہو گئے تھے) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ ایک تو آپ (بطور تبرک) اپنی قمیص عنایت فرمادیں تاکہ میں اپنے باپ کو اس میں کفنادوں۔ دوسرا، آپ اس کی نماز جنازہ پڑھادیں۔ آپ نے قمیص بھی عنایت فرمادی، اور نماز جنازہ پڑھانے کے لیے تشریف بھی لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ اللہ تعالی نے آپ کو ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھانے سے روکا ہے، آپ کیوں اس کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی نے مجھے اختیار دیا ہے، یعنی روکا نہیں ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿استغفر لهم أو لا تستغفر لهم، إن تستغفر لهم سبعين مرة، فلن يغفر الله لهم﴾ (سورۃ التوبہ: ۸۰) (ان منافقین) کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں (برابر ہے) اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لیے استغفار کریں تو اللہ تعالی انہیں معاف نہیں کرے گا۔

بالآخر آپ نے نماز جنازہ پڑھادی، جس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرما کر آئندہ کے لیے منافقین کے حق میں دعائے مغفرت کی قطعی ممانعت فرمادی، اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿لا تصل على أحد منهم مات أبدا، ولا تقم على قبره، إنهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم كافرون﴾ (سورۃ التوبہ: ۸۴) ان (منافقین) میں سے کوئی مرجائے تو آپ اس کے جنازہ کی ہرگز نماز نہ پڑھیں، اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں، اور مرتے دم تک بدکار بے اطاعت رہے ہیں۔

جب نبی ﷺ مکہ فتح کرنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو قریش پر خوف وڈر طاری ہوگیا، ان میں سے چند آدمی نبی ﷺ سے راستے میں ملے۔ اور مکہ فتح ہونے سے پہلے حلقہ بگوش اسلام ہوگئے، اور جب مکہ فتح ہوگیا تو آپ ﷺ کداء کے راستے سے مکہ میں داخل ہوئے۔ (۳) اس وقت اللہ کے یہ برگزیدہ رسول سر جھکائے ہوئے قرآن مجید کی سورۃ الفتح تلاوت فرما رہے تھے، اور بار بار تلاوت فرما رہے تھے، اور اونٹ پر سوار تھے۔

---

(۱) سیرت ابن ہشام (۹۵۹/۲)

(۲) بخاری (۱۲۷۰)

(۳) صحیح بخاری (۱۲۶۹)، مسلم (۲۴۰۰/۳) بشرح نووی (۱۲۱/۱۷)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو لشکر کی ترتیب وتقسیم فرمائی۔ خالد بن ولید کو داہنے پہلو پر، اور زبیر بن عوام کو بائیں پہلو پر، اور ابو عبیدہ بن جراح کو پیادے پر مقرر کیا، اور ابو ہریرہ کو حکم دیا کہ انصار کو بلند آواز سے کہو کہ اس راستے سے چلو، اور جو تمہارے سامنے آئے اسے تہ تیغ کردو۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من دخل دارا فهو آمن، ومن ألقى السلاح فهو آمن"۔

جو گھر میں داخل ہوجائے اسے امان ہے، اور جو ہتھیار پھینک دے اسے امان ہے۔

مسلم کی روایت میں ہے:

"من دخل دار أبي سفيان فهو آمن، ومن ألقى السلاح فهو آمن"۔ (۱)

جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے اسے امان ہے، اور جو ہتھیار ڈال دے، اسے امان ہے۔

اس کے بعد قریش جوق در جوق مسجد حرام میں داخل ہونے لگے اور نبی ﷺ بھی داخل ہوئے، آپ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا، حجر اسود کو چوما۔ دوسری روایت میں ہے: آپ ﷺ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور خانہ کعبہ کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر کہا:

قریش کے لوگو! تمہارا کیا خیال ہے، میں تمہارے ساتھ کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟

انہوں نے کہا: آپ کریم بھائی ہیں، اور کریم بھائی کے صاحب زادے ہیں۔ آپ نے فرمایا، میں تم سے وہی بات کہہ رہا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی:

"لا تثريب عليكم اليوم، يغفر الله لكم، وهو أرحم الراحمين﴾ (سورہ یوسف:۹۲)

آج تم پر کوئی سرزنش نہیں، اللہ تمہیں بخشے گا، وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔

راوی کا بیان ہے:

قریش ایسے نکلے جیسے قبروں سے نکل رہے ہیں، اور اسلام میں داخل ہوئے۔ (۲)

نبی ﷺ کی سیرت طیبہ کا بیان نامکمل رہ جائے گا اگر آپ ﷺ کی اس عفوودرگذر کا ذکر نہ کیا جائے جو آپ ﷺ نے مکہ میں کی۔ واضح ہو کہ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے تمام فوج کو ہدایت دی گئی تھی کہ کسی شخص پر حملہ نہ کریں، لیکن چار مرد، دو عورتیں، جو اپنے سابقہ جرائم کی وجہ سے واجب القصاص تھے، اعلان کردیا گیا کہ ان کو قتل کردیا جائے، اگرچہ غلاف کعبہ سے

(۱) مسلم (۱۷۸۰/۸۴) بشرح نووی (۱۲۶/۱۲)

(۲) معانی الآثار (۳۲۵/۳) باسناد لابأس بہ۔

لٹک رہے ہوں۔

ان کے اسماء یہ ہیں:

۱-عکرمہ بن ابی جہل

۲-عبداللہ بن خطل

۳-مقیس بن صبابہ

۴-عبداللہ بن سعد بن ابی سرح (۱)

ان میں سے صرف عبداللہ بن خطل کو قتل کیا گیا، یہ پہلے مسلمان ہو چکا تھا، پھر مرتد ہو گیا، اس کے علاوہ سب کو عام معافی دی گئی، نیز معافی پانے والوں میں ہبار بن الاسود اور ہندہ زوجۂ ابوسفیان ہیں۔

فتح مکہ کے بارے میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرت ﷺ کے عسکر نے مکہ فتح نہیں کیا تھا، بلکہ خلق محمدی اور عفو ورحم مصطفوی نے اہل مکہ کے دلوں کو فتح کر لیا تھا۔(۲) جس کی وجہ سے اہل مکہ اسلام میں جوق در جوق داخل ہوئے۔(۳) اسی عفو اور درگذر کا تو اللہ تعالی نے آپ کو حکم دیا ہے، ارشاد نبوی ہے:

"إني أمرت بالعفو" (۴)

مجھے عفوودرگذر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالی کے فرمان: ﴿خذ العفو﴾ (عفو کو اختیار کرو) کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت ہے، وہ کہتے ہیں: نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کے اخلاق میں سے عفو کو اختیار کریں۔(۵)

☆☆☆

(۱) السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ (۴۷۹/۲-۴۸۰) از اکرم ضیاء العمری۔

(۲) رحمۃ للعالمین (۱۱۷/۱)

(۳) السیرۃ النبویۃ فی ضوء مصادرھا الأصلیۃ (ص ۶۷۳)

(۴) نسائی (۳۰۸۸) بسند صحیح۔

(۵) صحیح بخاری (۴۶۴۴)

امن عالم اور اسلام

ڈاکٹر عبد المنان محمد شفیق
ام القری یونیورسٹی، مکہ مکرمہ

اسلامی تعلیمات سے واقف ہر مسلمان اس بات سے بخوبی آگاہ ہے کہ مذہب اسلام ایک امن پسند دین ہے، وہ صلح وآشتی کا مذہب ہے، بلا وجہ قتل وغارت گری اور خوں ریزی کا سخت مخالف ہے، وہ کسی مسلمان کے ناحق قتل کو گناہ کبیرہ قرار دیتا ہے اور قاتل کو جہنم کا سزاوار ٹھہراتا ہے، فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيهَا وَغَضِبَ اللّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِيماً ﴾(النساء : ۹۳)

''اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے۔ اس پر اللہ کا عذاب اور اس کی لعنت ہے اور اس نے اس کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کا ناحق خون بہانا اللہ تعالی کے نزدیک باعث لعنت وغضب ہے اور قاتل کا ابدی ٹھکانا جہنم ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ اسلام تو کسی بھی معصوم شخص کے خون بہانے کو ناجائز وحرام قرار دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعاً وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعاً﴾(المائدہ: ۳۲)

''اسی وجہ سے ہم نے بنو اسرائیل پر یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔''

ایک دوسری آیت میں ہے:

﴿قُلْ تَعَالَوْاْ أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلاَّ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَلاَ تَقْتُلُواْ أَوْلاَدَكُم مِّنْ إمْلاَقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلاَ تَقْرَبُواْ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾(انعام : ۱۵۱)

''اے نبی ان سے کہو کہ آو میں تمہیں سناؤں کہ تمہارے رب نے تم پر کون سی چیزیں حرام کی ہیں: یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی، اور بے حیائی و بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی، اور کسی جان کو جسے اللہ نے

حرام قرار دیا ہے اس کو قتل مت کرو مگر حق کے ساتھ، ان کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم سمجھو۔''

اور مزید فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهاً آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَاماً يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَاناً﴾ (الفرقان: ۶۸. ۶۹)

''جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو ایسا کرے گا وہ گنہ گار ہوگا، اور اسے قیامت کے دن دگنا عذاب دیا جائے گا، اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔''

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ کسی غیر مسلم کو بھی ناحق، بغیر کسی وجہ کے قتل کرنا جائز نہیں ہے اور یہ بھی گناہ کبیرہ ہے، یہی نہیں بلکہ اسلامی قانون کی رو سے اگر کوئی مسلمان کسی معاہد و ذمی کو بلا کسی وجہ کے ناحق قتل کرتا ہے، تو اس کو بھی قصاص میں قتل کیا جائے گا، اور اس کو جنت کی خوشبو نصیب نہیں ہوگی۔ حدیث میں ہے:

من قتل نفسا معاهدا لم يرح رائحة الجنة ، وان ريحها ليوجد من ميسرة اربعين عاما (۱)۔

''جس نے کسی معاہد (۲) کو قتل کیا تو اس کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہیں ہوگی، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس کی جاتی ہے۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا۔ جب یہ معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا أحق من وفّى بذمته. (۳)

''جس نے اپنا عہد و پیمان پورا کیا تو میں اس کا زیادہ حق دار ہوں۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔

اسی طرح کسی غیر مسلم کی آبرو پر حملہ کرنا، اس کا مال چھیننا، اس کو کسی بھی طرح کی تکلیف دینا، اس کا قرض واپس نہ کرنا

---

(۱) دیکھئے صحیح بخاری، باب اثم من قتل معاهدا بغیر جرم، حدیث نمبر ۳۱۶۶، وباب اثم من قتل ذميا بغیر جرم، حدیث نمبر ۶۹۱۴۔

(۲) معاہد و ذمی کافر وہ ہے جو دار الاسلام میں مسلمانوں کے ساتھ عہد و پیمان کر کے دائمی طور پر قیام پذیر ہوتا ہے۔ جزیہ ادا کرتا ہے اور ملت کے احکام کا پابند ہوتا ہے۔ معاہد و ذمی دونوں اصطلاحوں میں معمولی فرق ہے۔ مگر عام طور سے دونوں کا استعمال ایک ہی معنی کے لیے ہوتا ہے، تفصیل کے لیے دیکھئے: سید جلال الدین عمری، غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق، بار دوم، علی گڑھ: ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی، جنوری ۱۹۹۹ء، ص ۲۱۷۔۲۲۱، ڈاکٹر عبداللہ قرطبی: التعامل مع غیر المسلمین، ط۱، الریاض، دار الفضیلۃ، ۱۴۲۸ھ، ص ۱۳۹۔۱۴۰)

(۳) سنن دار قطنی، باب الحدود والدیات وغیرھا، حدیث نمبر ۳۳۰۹۔

وغیرہ یہ تمام صورتیں شرعی طور پر حرام ہیں، کیوں کہ ہمارے نبی ﷺ کا فرمان ہے:

ألا لا تحل اموال المعاهدين الا بحقها. (۱)

''یعنی کسی معاہد وذمی کا مال بغیر کسی حق کے حلال نہیں ہے۔''

پھر اللہ سبحانہ تعالی نے غیر حربی کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿**لا يَنۡهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمۡ يُقَاتِلُوكُمۡ فِي الدِّينِ وَلَمۡ يُخۡرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمۡ أَن تَبَرُّوهُمۡ وَتُقۡسِطُوا إِلَيۡهِمۡ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِينَ**﴾ (الممتحنة: ۸)

''اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

اگر دیکھا جائے تو اسلامی قانون کی رو سے یہ قطعا درست نہیں ہے کہ کسی کے گناہ کی سزا کسی دوسرے کو دی جائے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿**أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزۡرَ أُخۡرَى**﴾ (النجم: ۳۸)

''یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''۔

مولانا سید ابوالاعلی مودودی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہر شخص خود اپنے فعل کا ذمہ دار ہے۔ ایک شخص کی ذمہ داری دوسرے پر نہیں ڈالی جاسکتی۔ کوئی شخص اگر چاہے بھی تو کسی دوسرے شخص کے فعل کی ذمہ داری اپنے اوپر نہیں لے سکتا اور نہ اصل مجرم کو اس بنا پر چھوڑا جا سکتا ہے کہ اس کی جگہ سزا بھگتنے کے لیے کوئی اور آدمی اپنے آپ کو پیش کر رہا ہے (۲)۔

علاوہ ازیں ہمارا دین ایک معتدل دین ہے۔ اعتدال پسندی اس کی ایک نمایاں خوبی اور امتیازی شان ہے اور یہی اسلام کی روح وجان ہے۔ یہ صفت اس کے ہر حکم میں نمایاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام حالت جنگ میں بھی اپنے پیروکاروں کے دشمنوں کے، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے سے روکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے، فرماتے ہیں:

وجدت امراة مقتولة فى بعض مغازى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فنهى رسول الله عن قتل النساء والصبيان (۳)

(۱) مسند الامام احمد بن حنبل، تحقیق، شعیب الارنوؤط وغیرہ، ج ۲۸، ط ۱، بیروت، موسسة الرسالة، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹م، حدیث نمبر ۱۶۸۱۶، ۱۶۸۱۸، ۱۷۱۷۴۔

(۲) ابوالاعلی مودودی، ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن طبع ہشتم، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰م، ص ۱۳۴۴۔

(۳) دیکھئے صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب قتل النساء فی الحرب، حدیث نمبر ۳۰۱۵، صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر، باب تحریم قتل النساء والصبیان فی الحرب، حدیث نمبر ۴۵۴۷، سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی القتل النساء حدیث نمبر ۲۶۶۸، ترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی النھی عن قتل النساء والصبیان، حدیث نمبر ۱۵۶۹۔

”ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غزوہ میں مقتول حالت میں پائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے روک دیا۔“

اسی طرح حضرت بریدہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ جب کوئی لشکر روانہ فرماتے تو اس کے امیر کو خاص طور پر تقوی کی اور ان مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کی نصیحت فرماتے جو جنگ میں شریک اور اس کے ماتحت ہوتے، پھر فرماتے:

اغزوابا سم الله ، فی سبيل الله ، قاتلوا من كفر بالله ، اغزوا فلا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا وليدا. (۱)

”اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں جنگ کرو، ان لوگوں سے لڑو جنہوں نے اللہ کا انکار کیا، لڑو، پس خیانت نہ کرو، دھوکہ اور فریب نہ دو، کسی لاش کا مثلہ نہ کرو یعنی اس کے ہاتھ پاؤں، ناک، کان وغیرہ نہ کاٹو اور نہ کسی بچے کو قتل کرو۔“

حضرت انس بن مالک کی ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات وتعلیمات ان الفاظ میں نقل ہوئی ہیں:

انطلقوا باسم الله وبالله وعلى ملة رسول الله ، ولا تقتلوا شيخا فانيا ولا طفلا ولا صغيرا ولا امراة ولا تغلوا وضموا غنا ئمكم وأصلحوا وأحسنوا ان الله يحب المحسنين (۲).

”روانہ ہو اللہ کا نام لے کر اور اللہ کی مدد چاہتے ہوئے اور اللہ کے رسول کی ملت پر، دیکھو کسی بہت زیادہ بوڑھے شخص یا بچہ یا کسی کم سن یا کسی عورت کو قتل نہ کرنا، خیانت نہ کرنا، اپنی غنیمتیں جمع کرو، اپنے معاملات ٹھیک رکھو اور احسان کرو۔ بلا شبہ اللہ تعالی احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

اس پر مستزاد یہ کہ اسلام دشمن قیدیوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تعلیم دیتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيناً وَيَتِيماً وَأَسِيراً﴾ (الدهر: ۸)

”اللہ تعالی کی محبت میں یا کھانے کی محبت کے باوجود مسکین، یتیم اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔“

اس آیت کی تفسیر میں قرطبی نے لکھا ہے کہ مشرک قیدی کو کھانا کھلانا بھی اللہ تعالی سے قربت کا ذریعہ ہے (۳) اور ان نیک بندوں کی تعریف کی گئی ہے جو محض اللہ کی رضا اور اس سے تقرب کے لیے قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ غیر مسلم قیدی کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے قیدیوں کی بابت صحابہ کو حکم دیا تھا کہ ان کی تکریم کرو، جس پر صحابہ کرام نے مکمل طور سے عمل کیا تھا۔ چنانچہ صحابہ پہلے ان کو کھانا کھلاتے اور خود بعد میں

(۱) دیکھئے صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب تامير الامام الامراء على البعوث۔ ووصية امام بآداب الغزو وغيرها، حدیث نمبر ۴۵۲۲، سنن ابی داؤد کتاب الجهاد، باب فی دعاء المشرکین، حدیث نمبر ۲۶۱۳، ترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی النهی عن المثلة، حدیث نمبر ۱۴۰۸۔

(۲) سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی دعاء المشرکین، حدیث نمبر ۲۶۱۴۔

(۳) ابوعبداللہ محمد القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج۱، ط۱، بیروت، موسسة الرسالة ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶م، ص ۴۶۰۔

کھاتے (ا)۔اس طرح ہمارے اسلاف نے جس حسن سلوک کا مظاہرہ کیا ہے،اس کی مثال پوری انسانی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام مکمل طور پر امن وآشتی کا دین ہے، وہ غیر مسلم کے حق میں بھی ناحق قتل وخوں ریزی، غارت گری، تشدد اور انتہا پسندی کا سخت مخالف ہے اور اس کی تعلیمات میں ان سب چیزوں کے لیے قطعا کوئی گنجائش نہیں ہے۔

لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس مذہب کی تعلیمات قتل وخوں ریزی، تشدد اور انتہا پسندی کے حوالے سے کافی واضح ہیں اور ان میں کسی طرح کی کوئی پیچیدگی بھی نہیں ہے، تو پھر اس کے پیروکاروں میں تشدد اور انتہا پسندی کی وجہ کیا ہے؟ مسلمان تشدد پر کیوں آمادہ ہیں؟ اسلامی معاشروں اور مسلمان ممالک میں آئے دن بم دھماکے کیوں ہوتے ہیں؟ قتل و خوں ریزی اور غارت گری کے واقعات اکثر مسلمان معاشروں ہی میں کیوں پیش آتے ہیں؟ آج کل صورت حال تو بہت زیادہ خراب ہے، کوئی دن ایسا نہیں گزرتا ہے جب کہ اسلامی دنیا کے کسی نہ کسی ملک میں بم دھماکہ نہ ہوتا ہو، کبھی الجزائر اور مغرب میں، تو کبھی لبنان اور انڈونیشیا میں، تو کبھی پاکستان اور ترکی میں۔ پاکستان میں بم دھماکے تو روزانہ کا معمول بن گئے ہیں اور اب یہ کوئی انوکھی چیز نہیں رہ گئی ہے۔ کچھ ممالک میں تو قتل وخوں ریزی کا بازار گرم ہے اور ایک طویل عرصہ سے خانہ جنگی جاری ہے۔ مثلاً صومالیہ اور سوڈان وغیرہ میں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ تشدد، انتہا پسندی، قتل وخوں ریزی، غارت گری اور بدامنی بہت سارے اسلامی ملکوں کی علامت وپہچان بن چکے ہیں، امن وترقی کے بجائے بم دھماکے اور فساد مسلمانوں کا مقدر بن گئے ہیں۔

آیئے ان کے پس پردہ اسباب ووجوہات کا پتہ لگاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کون سے عوامل واسباب ان کے پیچھے کار فرما ہیں؟ کیا حقیقت میں مسلمان ایسے ہی ہیں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا یا حقیقت حال کچھ اور ہی ہے؟

اگر غور کیا جائے تو آج کے زمانہ میں مسلمان ملکوں کے اندر بدامنی، قتل وخوں ریزی، غارت گری اور بم دھماکوں کے بہت سارے اسباب ووجوہات ہیں، اور بہت سارے عوامل ان کے پس پردہ کارفرما ہیں، جن میں سرفہرست مجھ خاکسار کی رائے میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کی گہری بین الاقوامی سازش ہے جس کا اصل مقصد اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنا اور اس کی خوبصورت شبیہ کو بگاڑنا ہے۔ دراصل دشمنان اسلام نے ایک طرف جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں کی کمزوری، تنزلی اور عدم ترقی کے باوجود اسلام دن بدن غیر مسلم معاشرہ میں پھیلتا جارہا ہے اور غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد بنا کسی لالچ وحرص کے اپنی رضا ورغبت سے دین اسلام قبول کر رہی ہے، دوسری طرف جب سرمایہ دارانہ نظام نے گذشتہ صدی میں کمیونزم کو شکست دیدی اور تقریباً اس کا خاتمہ کر دیا، تو دشمنوں کو مکمل احساس ہو گیا کہ اب میدان میں صرف اور صرف ان کا مدمقابل اسلام ہی ہے اور تنہا مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہے جو ان کو چیلنج کر سکتی ہے، اور ان کی خواہشات ومفادات کے حصول میں

(ا) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ط ا، بیروت: دار المعرفۃ، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳م، ص ۱۶۶۹۔

رکاوٹ بن سکتی ہے۔ ماضی کی اپنی تاریخ سے ان کو مکمل طور پر معلوم تھا کہ مسلمانوں کو کھلے میدان میں شکست دینا ان کے بس کی بات نہیں ہے اور جنگ کے ذریعہ ان کو نیست ونابود کرنا محال ہے، لہذا اسلام دشمنوں نے ایک سازش کی جس کے تحت یہ فیصلہ کیا گیا کہ تمام اسلامی ممالک بلکہ پوری دنیا میں تخریبی سرگرمیاں اور بم دھماکے انتہائی ہوشیاری اور چالاکی کے ساتھ غیر مسلم انجام دیں گے اور پھر ان کو مسلمانوں کے سر منڈھ دیا جائے گا، یعنی ایک ہی وقت میں ایک تیر سے دو شکار ہو جائے گا۔ ایک طرف مسلمانوں کو بدنام کیا جائے گا، ان کو اقتصادی ومعاشی طور پر کمزور کیا جائے گا، غیر مسلموں میں ان کے خلاف نفرت کو اور بھڑکایا جائے گا اور دوسری طرف اگر ضرورت پڑی اور حالات سازگار رہے تو ان افعال کو جواز بنا کر اسلامی ممالک کے خلاف عسکری اور فوجی، معاشی اور اقتصادی کارروائی کی جائے گی اور ان کے دولت وسرمایہ پر قبضہ کر لیا جائے گا جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

یہ ہے اصل وجہ جس کی وجہ سے آج کل اسلامی ممالک میں بین الاقوامی سازش کے تحت آئے دن بم دھماکے ہو رہے ہیں، جن کے نتائج کا بھی ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں اور ۹ ستمبر ۲۰۰۱ء سے پوری دنیا میں یہی ہو رہا ہے۔ بلاشبہ جتنے بھی بم دھماکے اور تخریبی سرگرمیاں اسلامی وغیر اسلامی ممالک میں ہو رہی ہیں، وہ اسی سازش کا حصہ ہیں اور ان کے پیچھے یہی عوامل کارفرما ہیں۔ مثال کے طور پر اب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ امریکہ میں جو خوفناک حادثہ پیش آیا تھا، وہ اسلام ومسلمان دشمنوں نے ہی انجام دیا تھا اور اس کا اعتراف خود ہی کئی غیر مسلموں نے کیا ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں ہے خود ہمارے وطن ہندوستان میں جو ہو رہا ہے اس کی حقیقت بھی سب کے سامنے آچکی ہے۔

معلوم ہوا کہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے، ان کو کمزور کرنے، ان کے سرمایہ ودولت پر قبضہ کرنے اور ان کے خلاف جنگی کارروائی کا جواز فراہم کرنے کے لیے بین الاقوامی سازش کے تحت یہ سب ہو رہا ہے۔

علاوہ ازیں ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ اسلام اور مسلمان دشمن طاقتیں اپنے مقاصد واہداف کی تکمیل کے لیے ہر طرح کے جائز وناجائز وسائل کو بروئے کار لاتی ہیں، کیونکہ ان کا نعرہ ہے ''الغاية تبرر الوسيلة''، یعنی مقصد کا حصول کسی بھی طرح کے وسیلہ کو جائز قرار دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام دشمن طاقتیں شروع سے ہی اسلام کو مٹانے اور اس کو ختم کرنے کے لیے ہر طرح کے وسائل اپناتی رہی ہیں، مثال کے طور پر عبداللہ بن سبا یہودی نے ظاہری طور پر اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا لیکن وہ باطنی طور پر یہودی ہی رہا، اور اسی نے شیعہ فرقہ کی بنیاد ڈالی جس کا اصل مقصد اسلام کو کمزور کرنا اور اس کو ختم کرنا ہے، اور آج کے زمانہ میں یہ بات بعید نہیں، یہ سارے کارنامے ایسے افراد انجام دے رہوں جن کا مقصد مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور نقصان پہونچانا ہو اور اس کے لیے انہوں نے ظاہر مسلمانوں کا روپ اختیار کر لیا ہو جبکہ حقیقتاً ان کا اسلام سے کوئی رابطہ نہیں، اور ایسا تو ہر زمانہ میں ہوتا آیا ہے، ترکی میں جو کچھ ہوا اس کی واضح دلیل ہے، کمال اتاترک کا یہودی ہونا ثابت ہو چکا ہے، جس نے اسلام کا ظاہری لبادہ اوڑھ کے اسلام اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا، اور جس کی حقیقت کو آج تک بہت سارے مسلمان

نہیں سمجھ سکے ہیں، اوراس کا گن گاتے ہیں حالانکہ وہ سراسر یہودی اسلام اور مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔

کمزور ایمان والے بکاؤ مسلمان ہر زمانہ، علاقہ اور وقت میں پائے جاتے رہے ہیں، یہ کسی زمانہ اور ملک کے ساتھ خاص نہیں ہے، اوران کمزور ایمان والے بکاؤ مسلمانوں نے ہمیشہ ہی اسلام اور مسلمانوں کو سخت وناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے، کیوں کہ یہ بہت جلد دشمنوں کے فریب میں آجاتے ہیں، اور فانی دنیا کے چند سکوں کے عوض اپنا دین وایمان بیچ دیتے ہیں اوران کے آلہ کار بن کران کی ہر طرح کی خدمت انجام دینے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ تاریخ میں ان کی مثالیں بھری پڑی ہیں۔ میر صادق اور میر جعفر سے ہر ہندوستانی مسلمان واقف ہے، لہٰذا دور حاضر میں اسلام اور امن کا دشمن اپنے مفادات کے حصول کے لیے ان جیسے بکاؤ مسلمانوں کا استعمال کررہا ہو اس کی بھی تحقیق ہونی چاہئے۔

اسلامی ممالک میں تشدد کی کارروائیوں کے کچھ دوسرے اسباب وعوامل بھی ہیں جن سے سیاسی بصیرت رکھنے والے افراد واقف ہیں، اگر عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جائے تو قوموں کو ان کے سیاسی حقوق دیئے جائیں اور عالمی جارحیت پر روک لگائی جائے تو حالات بدل جائیں گے اور امن وامان کا بول بالا ہو جائے گا۔

اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ تسلیم بھی کرلیا جائے جیسا کہ دشمنان اسلام کا کہنا ہے کہ واقعی مسلمان دہشت گرد اور خوں خوار ہیں تو پھر اس میں شک نہیں کہ ایسے مسلمان گمراہ ہیں اوران کا یہ عمل ان کی جہالت اور لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ اسلام ان کے اعمال سے بری ہے، اوران کو گمراہ بھی اسلام دشمن طاقتوں اوران کے آلہ کاروں نے اپنے مصالح ومفادات کی حفاظت کے لیے کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ موجودہ دور میں اسلامی ممالک اور مسلمان معاشروں میں تشدد کی جو لہر جاری ہے اس کی اصل وجہ اسلام اور مسلمان دشمنوں کی بین الاقوامی سازشیں ہیں، اس کے علاوہ بکاؤ مسلمان، دشمنوں کی پالیسیاں اور دوہرا معیار وغیرہ ہے، اور حقیقی مسلمانوں کا ان تخریبی سرگرمیوں سے کوئی تعلق نہیں ہے اوران کو بلاوجہ بدنام کیا جارہا ہے، یہ ایک حقیقت ہے جس کا برملا اعتراف کیا جانا چاہیے، اور ہر عادل ومنصف شخص اس کا اعتراف کرے گا اور گواہی دے گا۔

لیکن دھیان رہے کہ یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ بعض اسلامی ممالک میں قتل وخوں ریزی، خانہ جنگی، دھماکے، تشدد اور انتہا پسندی کا وجود ہے، جس کا ذمہ دار کون ہے اوراس کے وجوہات واسباب کیا ہیں؟ ان کا حقیقت پسندانہ جائزہ لینا چاہئے اوراس کو جڑ سے ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اسی میں امت مسلمہ اور پوری انسانیت کی بھلائی ہے۔ **وما ذلک علی اللہ بعزیز. وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین.**

☆☆☆

مولانا حکیم محمد اکبر فاروقی رحمہ اللہ

(پ ۱۹۱۹ء م ۲۰۱۳ء)

مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی

۱۹۴۷ء کے فسادات میں جماعت اہل حدیث کا جس قدر نقصان ہوا، اس کی تلافی آج تک ممکن نہیں ہوسکی، سب سے بڑا نقصان دارالحدیث رحمانیہ دہلی کا خاتمہ تھا۔ یہ ادارہ شخصی ہوتے ہوئے بھی مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ آج ہندوستان میں سلفیت کا جو فروغ نظر آرہا ہے، اس میں دارالحدیث رحمانیہ اور اس کے فارغین کا سب سے اہم کردار رہا ہے۔ یہاں کے فارغین نے پورے ہندوستان کے گوشے گوشے میں سلفیت کی اشاعت اور ترویج کی۔ سلفیت کا بیش بہا علمی ذخیرہ مہیا کیا۔

دارالحدیث رحمانیہ دہلی کو ختم ہوئے چھیاسٹھ سال گذر چکے ہیں۔ ان سالوں میں ہمارے بزرگ علماء بھی دھیرے دھیرے اللہ کو پیارے ہوتے گئے۔ ان علماء میں مولانا حکیم محمد اکبر فاروقی کا نام بھی ہے، جو اس سلسلے کی آخری کڑی تھے۔ ۱۱/نومبر ۲۰۱۳ء بروز دوشنبہ دہرہ دون میں وفات پاگئے۔ آپ اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے علماء میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔

مولانا کا آبائی وطن اہل حدیثوں کی معروف بستی پریوانرائن پور ضلع پرتاپ گڑھ تھا۔ آپ کا نام ونسب یہ ہے: محمد اکبر فاروقی بن شیخ محمد زکریا بن شیخ احسان اللہ۔ ۱۹۱۹ء میں پریوانرائن پور میں پیدا ہوئے، اسناد کے اعتبار سے تاریخ پیدائش ۱۹۲۱ء ہے۔ گورے چٹے اور انتہائی خوب صورت ہونے کی وجہ سے لوگ انہیں نواب صاحب کہتے تھے۔ ابتدائی تعلیم اور قرآن ناظرہ کی تعلیم خاندان کے ایک بزرگ شیخ محمد ایوب سے حاصل کی۔ شیخ محمد ایوب اگرچہ شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے باقاعدہ شاگرد نہیں تھے، لیکن میاں صاحب سے بہت قریبی تعلق تھا اور ان سے ملنے کے لیے برابر دہلی کا سفر کرتے تھے اور ان سے استفادہ کرتے تھے۔ شیخ ایوب میاں صاحب کی باتیں بڑی دلچسپی سے بیان کرتے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب دارالحدیث رحمانیہ کا پورے ہندوستان میں شہرہ تھا۔ مولانا احمد اللہ صاحب محدث پرتاپ گڑھی طلبا کے مرجع تھے۔ پریوانرائن پور سے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے مولانا ابوالخیر صاحب فاروقی م ۱۹۸۰ء وحافظ الحدیث مولانا عبدالستار صاحب رحمانی اور مولانا محمد عیص صاحب دہلی جاچکے تھے۔ مولانا اکبر صاحب کا دینی رجحان دیکھ کر مولانا ابوالخیر صاحب انہیں بھی آگے کی تعلیم جاری رکھنے کے لیے دلی لے گئے۔ دونوں آپس میں عم زاد تھے۔ کم عمری کی وجہ سے مولانا اکبر صاحب کا داخلہ مدرسہ زبیدیہ میں کرایا گیا۔ اندازہ ہے کہ آپ نے ۱۹۳۱ء یا ۱۹۳۲ء میں زبیدیہ میں داخلہ لیا۔ ابتدائی عربی درجات کی تعلیم کے بعد دارالحدیث رحمانیہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۳۸ء تک یہاں زیر تعلیم رہے۔ آپ کے ممتاز ساتھیوں میں مولانا محمد اقبال صاحب (کنڈوبونڈھیار) اور شیخ سیف الرحمٰن احمد (بانی دارالحدیث مدینہ کے صاحب زادے) تھے۔ اساتذہ میں مولانا احمد اللہ صاحب

محدث پرتاپ گڈھی، شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ صاحب مبارکپوری، مولانا نذیر احمد صاحب املوی، مولانا عبیداللہ کشمیری کے والد مولانا عبدالرحمٰن صاحب ڈاک مئوی تھے۔ صاحب تحفہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری بغرض علاج دلی آئے تو مولانا اکبر صاحب نے ان سے بھی استفادہ کیا۔ ۱۹۳۸ء میں مولانا احمد اللہ صاحب رحمانیہ چھوڑ کر مدرسہ زبیدیہ آگئے۔ پرتاپ گڈھ کے متعدد طلبا بھی مدرسہ زبیدیہ میں آگئے۔ مولانا احمد اللہ صاحب مولانا اکبر صاحب کو بہت زیادہ چاہتے تھے اور بیٹے کی طرح ان سے محبت کرتے تھے۔ اپنے استاذ کے ساتھ مولانا اکبر صاحب بھی زبیدیہ آگئے اور یہیں مولانا احمد اللہ صاحب سے بخاری شریف کی دونوں جلدیں اور مسلم شریف جلد ثانی پڑھی۔ دینی تعلیم سے فراغت کے بعد طبیہ کالج قرول باغ میں داخلہ لیا اور وہاں سے کامل الطب والجراحت کی سند حاصل کی۔ بعد میں آپ نے مولانا ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی سے سند اجازہ لیا۔

علوم آلیہ وعالیہ سے فراغت کے بعد ذریعہ معاش کا مسئلہ تھا۔ دو سال تک آپ دہلی میں جدوجہد کرتے رہے، اس کے بعد اپنے وطن واپس آگئے، دہرہ دون میں واحد مسجد اہل حدیث تھی، وہاں امام کی ضرورت تھی، مولانا ابوالخیر صاحب نے انہیں ۱۹۴۵ء میں دہرہ دون بھیج دیا۔ ۱۹۴۷ء تک آپ امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۴۷ء کے فساد میں مسلمانوں کا یہاں سے خاتمہ کر دیا گیا، حتی کہ مسلمان کمشنر جو رفیع احمد قدوائی کے بھائی تھے ان کو بھی نہیں بخشا گیا۔ مولانا کسی طرح جان بچا کر واپس وطن آگئے اور گاؤں ہی میں اپنا ذاتی مطب کھول لیا، دو سال تک یہاں مطب کرتے رہے، حالات نارمل ہوئے تو واپس دہرہ دون گئے اور میونسپلٹی کے یونانی دواخانہ میں بحیثیت حکیم متعین ہوئے۔ معالجات میں بڑا نام پایا۔ یہاں تک کہ ہمالیہ کمپنی کے بورڈ کے ممبر بن گئے۔ ۱۹۸۴ء میں ریٹائر ہوئے۔

آپ ایک اچھے خطیب تھے، لیکن پیشہ ایسا تھا کہ خطابت کے جوہر نہ دکھا سکے، آواز بلند اور پاٹ دار تھی، ٹھہر ٹھہر کر تقریر کرتے۔ سامعین بے حد متاثر ہوئے۔ زمانۂ طالب علمی میں مضامین بھی لکھتے تھے۔ متعدد مضامین دارالحدیث رحمانیہ سے شائع ہونے والے محدث میں چھپے۔ بڑے متدین اور پرہیزگار تھے۔

گذشتہ سالوں میں عرب علماء میں عجمی علماء خصوصا مولانا احمد اللہ محدث اور میاں صاحب کے سلسلے میں سند اجازہ حاصل کرنے کی لہر چل پڑی۔ مولانا اکبر صاحب مولانا احمد اللہ کے شاگرد تھے اور شیخ الکل تک صرف ایک واسطہ تھا۔ انہوں نے مولانا کو ڈھونڈھ نکالا۔ سعودیہ عربیہ اور کویت آنے کی دعوت دی گئی۔ کبرسنی کے باوجود ہمت جواں تھی۔ آپ تشریف لے گئے۔ مسجد نبوی کے امام حذیفی نے موطا امام مالک پڑھ کر اجازہ لیا۔ ان کے علاوہ شیخ عبدالعزیز فریح سابق رئیس قسم السنۃ جامعہ اسلامیہ مدینہ، شیخ ابوالعلی المنذری اور دیگر علماء نے سند اجازہ لیا۔ کویت میں گئے۔ بحرین کے شہزادہ نے آپ کی بے حد قدردانی کی۔ اس طرح آخری عمر میں آپ نے عرب علما کے دل میں جگہ بنالی۔ ان کی سند پر باقاعدہ کتاب شائع ہوئی۔

مولانا احمد اللہ صاحب محدث پرتاپ گڈھی کے آپ آخری شاگرد تھے۔ اسی طرح رحمانیہ دہلی کے فارغین کی بھی آپ آخری کڑی تھے۔ پس ماندگان میں تین بیٹے دو بیٹیاں اور پوتوں نواسوں سے بھرا پرا کنبہ چھوڑا۔ اللہ تعالی مغفرت فرمائے، آمین۔ آپ کے علمی جانشین آپ کے بھتیجے مولانا راحت اللہ فاروقی ہیں، جو مدرسہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں میں شیخ التفسیر ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ☆

دنیا کی چار بیش بہا نعمتیں

ابوالبیان رفعت سلفی/کرناٹک

☆ دور حاضر مادہ پرستی کا دور ہے، محض کثیر مال و دولت، اچھے اور عالیشان مکانات و حویلیاں، زرق برق ملبوسات، اور قیمتی سے قیمتی سواریوں کا حصول ہی اکثر انسانوں کی زندگی کا مقصد اصلی بن چکا ہے، اور بدقسمتی سے آج مسلمانوں کی اکثریت بھی اسی گمراہ کن و پرفریب نظریہ کی حامل بنتی جارہی ہے جس کے نتیجے میں آج پوری دنیا میں خودغرضی، احسان فراموشی، نفس پرستی، دہشت گردی، اور انسانی حقوق کی پامالی کا بازار گرم ہے۔

☆ دین اسلام ایک ایسا دین ہے جو کہ انسانوں کے لئے دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی کامیابی کی ضمانت دیتا ہے، اس لئے اپنی پوری دنیاوی زندگی صرف آخرت کے حصول کے لئے قربان کر دینا اور دنیا کو بالکل فراموش کر دینا سراسر غیر اسلامی نظریہ ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:﴿وابتغ فيما آتاک الله الدار الآخرة ولا تنس نصيبک من الدنيا وأحسن كما أحسن الله إليک ولا تبغ الفساد في الأرض إن الله لا يحب المفسدين﴾ (القصص:۷۷) اور جو کچھ اللہ نے تجھے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول اور جیسے کہ اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی سلوک کر اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو، یقین مان کہ اللہ مفسدوں کو ناپسند رکھتا ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: قارون کی قوم کے بزرگوں، نیک لوگوں اور عالموں نے جب قارون کی سرکشی اور تکبر کو حد سے بڑھتے ہوئے دیکھا تو اسے نصیحت کی کہ اتنا نہ اکڑ، اس قدر غرور نہ کر، اللہ تعالیٰ کا ناشکرا نہ بن ورنہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے دور ہو جائے گا، یہ جو اللہ کی نعمتیں تیرے پاس ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے کاموں میں خرچ کرتا کہ آخرت میں بھی تیرا حصہ ہو جائے، ہم یہ نہیں کہتے کہ دنیا میں کچھ عیش و عشرت ہی نہ کر بلکہ اچھا کھا اچھا پی، اچھا پہن، اچھا اوڑھ، جائز نعمتوں سے فائدہ اٹھا، نکاح سے راحت اٹھا، حلال چیزیں استعمال کر۔ لیکن جہاں اپنا خیال رکھ وہاں مسکینوں کا بھی خیال رکھ، جہاں اپنے نفس کو نہ بھول وہاں اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی فراموش نہ کر، تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے، تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے، تیرے بال بچوں کا بھی تجھ پر حق ہے، مسکینوں اور غریبوں کا بھی تیرے مال میں ساجھا ہے، ہر حقدار کا حق ادا کر، اور اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ سلوک کیا ہے تو بھی اوروں کے ساتھ سلوک و احسان کر، اور اپنے مفسدانہ رویہ کو بدل ڈال اللہ کی مخلوق کی ایذا رسانی سے باز آجا اللہ تعالیٰ فسادیوں سے محبت نہیں رکھتا۔ (تفسیر ابن کثیر اردو جلد چہارم ص:۱۱۸)

خود رحمت کائنات محمد رسول اللہ ﷺ بھی اللہ عزوجل سے آخرت کے ساتھ دنیا کی بھلائی بھی مانگا کرتے تھے جیسا کہ

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے: ”اللهم ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار“ (صحيح مسلم: ٢٦٩٠) اے اللہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی عطا فرما اور ہم کو عذاب جہنم سے بچالے۔

☆ دنیا کو بالکل فراموش کر کے صرف آخرت کی بھلائی کے لئے دعا کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کی عیادت کی جو بیماری کی وجہ سے چوزے کی طرح ہو گیا تھا (یعنی بہت ضعیف و ناتواں ہو گیا تھا) آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو کچھ دعا کیا کرتا تھا؟ یا اللہ تعالیٰ سے کچھ سوال کیا کرتا تھا؟ وہ بولا ہاں! میں کہا کرتا تھا کہ اے اللہ جو کچھ تو مجھ کو آخرت میں عذاب دینے والا ہے وہ دنیا ہی میں دیدے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ تجھ میں اتنی طاقت کہاں ہے کہ تو اللہ کا عذاب برداشت کر سکے، تو نے یہ کیوں نہیں کہا کہ یا اللہ مجھ کو دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور مجھ کو عذاب جہنم سے بچالے پھر آپ ﷺ نے اس کے لئے دعا کی تو اللہ عزوجل نے اس کو اچھا کر دیا۔ (صحيح مسلم: ٢٦٨٧)

☆ دنیا ضرورت ہے، اور آخرت مقصد ہے، آخرت کے مقابلے میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں، مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال ایسے ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈبوئے اور پھر (نکال کر) دیکھے کہ وہ سمندر کا کتنا پانی اپنے ساتھ لائی ہے۔ (صحيح مسلم: ٢٨٥٨)

☆ آخرت کو پس پشت ڈال کر صرف دنیا کے پیچھے بھاگنا بھی کفریہ نظریہ ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ”من كان يريد العاجلة عجلنا له فيها ما نشاء لمن نريد ثم جعلنا له جهنم يصلاها مذموما مدحورا“۔ (بنی اسرائیل: ۱۸) جو کوئی صرف دنیا چاہتا ہے تو ہم ان میں سے جس کو جتنا چاہتے ہیں اس دنیا میں سے دے دیتے ہیں پھر اس کا ٹھکانہ جہنم مقرر کر دیتے ہیں جس میں وہ ذلیل ورسوا ہو کر داخل ہو جائے گا۔

☆ سید طنطاوی رحمہ اللہ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰۰/ اور ۲۰۱ (فمن الناس من يقول ربنا آتنا فى الدنيا............وقنا عذاب النار) کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے دو قسم کی دعا کرنے والے انسانوں کا تذکرہ کیا ہے:

(۱) کافر ومشرک لوگ جو صرف دنیا کے طلبگار ہیں آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

(۲) مومن ومسلمان لوگ جو دنیاوی بھلائی کے ساتھ اللہ سے آخرت کی کامیابی کے لئے بھی دعا کرتے ہیں۔

☆ رہی تیسری قسم یعنی ایسے انسان جو صرف آخرت کے طلبگار ہوں ان کا ذکر نہیں ہے کیونکہ دین اسلام اپنے متبعین کو دنیا کے حصول سے مطلق منع نہیں کرتا بلکہ دنیا کے حصول کے ساتھ آخرت کی تیاری کا بھی حکم دیتا ہے۔ (التفسير الوسيط للطنطاوى ج ٣٤٥/١)

قرآن مجید کے اندر اللہ رب العالمین نے متعدد مقامات پر اپنے محبوب بندوں کے لئے دنیا وآخرت دونوں جہاں کی

کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے،اور خصوصا اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا نام لے کر یہ بشارت سنائی ہے کہ:وآتيناه في الدنيا حسنة وإنه في الآخرة لمن الصالحين.(سورة النحل:۱۲۳) ہم نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں بھی بہتری دی تھی اور بیشک وہ آخرت میں نیک لوگوں میں ہوں گے۔

علامہ عبدالرحمٰن ناصر السعدیؒ نے "وآتيناه في الدنيا حسنة"کی تفسیر کے تحت ابراہیم علیہ السلام کو ملنے والی دنیا کی چار بڑی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ہے:(۱) کشادہ روزی (۲) نیک بیوی (۳) نیک اولاد (۴) اخلاق حسنہ۔(تفسیر السعدی ج۱/۴۵۱)

بلا شبہ مذکورہ بالا چاروں نعمتیں دنیا کی عظیم و بیش بہا نعمتوں میں سے ہیں،قرآن وحدیث کے اندر مذکورہ چاروں نعمتوں کی بڑی اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے اور انھیں حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

۱-کشادہ روزی: سے مراد حلال کشادہ روزی ہے، یہ ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے،اس کے برخلاف بہت زیادہ تنگدستی وغریبی انسان کی ذلت وحقارت اور اس کی مظلومیت کا سبب بن جاتی ہے،اسی لئے محمد رسول اللہ ﷺ بہت زیادہ فقیری وتنگدستی سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے،ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: اللهم انى أعوذ بك من الفقر والقلة والذلة وأعوذ بك من أن أظلم أو أظلم. (صحیح أبوداؤد:۱۳۸۱)(اے اللہ! میں فقر،قلت مال اور ذلت سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں کسی پر ظلم کروں یا کوئی مجھ پر ظلم کرے).

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فقیری،قلت، ذلت،ظلم کرنے،اور ظلم سہنے سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرو۔(الصحیحۃ:۱۴۴۵)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اسلام قبول کرلیا،اور برابر سرابر روزی دیا گیا،اور اللہ نے اس کو جو کچھ دیا اس پر اس کو قناعت کی توفیق سے نواز دیا۔(صحیح مسلم:۱۰۵۴)

☆ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ مذکورہ حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کفاف۔اتنی روزی کہ نہ زیادہ ہو نہ کم۔روزی کی اتنی مقدار کو کفاف اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لوگوں سے سوال کرنے سے روک دیتی ہے،اس میں ایسے لوگوں کی فضیلت کا بیان ہے جو تھوڑے سے مال پر راضی رہتے ہیں اور لوگوں سے سوال نہیں کرتے،اسی طرح اس میں کفاف کی بھی فضیلت ہے۔اس لئے کہ مالداری اکثر انسان کو متکبر بنا دیتی ہے،اور فقیری وغربت انسان کو ذلیل کردیتی ہے،بقدر کفاف روزی میں یہ دونوں خطرے نہیں ہیں۔(ریاض الصالحین ج۱/۴۶۶)

۲۔نیک بیوی: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں عرض کیا گیا"یا رسول اللہ ﷺ نیک بیوی کون سی ہے؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ عورت کہ جب اس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کردے،جب کسی بات کا حکم دے تو اس کی اطاعت کرے،نیز عورت کی جان اور مال کے معاملے میں شوہر جس چیز کو ناپسند کرتا ہو اس میں اس کی مخالفت نہ کرے۔

(الصحیحۃ :۱۸۳۸)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت پانچ نمازیں ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے، اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے اسے (قیامت کے روز) کہا جائے گا جنت کے (آٹھوں) دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔(صحیح الجامع:۶۶۰)

☆ ربنا آتنا في الدنيا حسنة کی تفسیر میں بعض مفسرین نے **حسنة** سے نیک بیوی ہی کو مراد لیا ہے ذیل میں چند حوالے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: **في الد نيا حسنة** سے مراد نیک بیوی ہے، اور في الآخرة حسنة سے مراد جنت ہے۔(معالم التنزیل ج۱/۲۳۳، تفسیر الثعلبی ج۲/۱۱۵)

(۲) دکتور وہبہ بن مصطفی الزحیلی حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ: في الد نيا حسنة سے مراد نیک بیوی ہے۔(التفسیر المنیر للزحیلی ج۲/۴)

(۳) علامہ ابو بکر الجزائریؒ فرماتے ہیں کہ: حسنةالدنيا سے مراد ہر وہ چیز ہے جو انسان کو اچھی لگے اور نقصان نہ پہونچائے مثلا نیک بیوی، نیک اولاد، اور حلال روزی وغیرہ، اور حسنة الآخرة سے مراد عذاب جہنم سے نجات اور جنت میں داخل ہونا ہے۔(ایسر التفاسیر ج۱/۱۸۱)

☆ آدمی خواہ کتنا بھی مالدار اور خوشحال ہو لیکن اگر اسے نیک اور صابر وشاکر بیوی کے بجائے نافرمان اور ناشکری بیوی مل جائے تو زندگی کا پورا چین وسکون غارت ہو جاتا ہے، اسی لئے نبی رحمت ﷺ نے نیک بیوی کو دنیا کی سب سے عظیم نعمت قرار دیا ہے جیسا کہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور دنیا کی سب سے بہترین متاع نیک عورت ہے۔(صحیح مسلم:۱۴۶۷)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے: (۱) اس کے مال کی وجہ سے (۲) اس کے خاندانی شرافت کی وجہ سے (۳) اس کے حسن و جمال کی وجہ سے (۴) اور اس کے دین کی وجہ سے، پس تو دیندار عورت سے شادی کر کے کامیابی حاصل کر، اگر ایسا نہ کرے گا تو تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔(صحیح بخاری:۵۰۹۰)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں خوش بختی کی علامت ہیں: (۱) نیک بیوی (۲) کشادہ گھر (۳) نیک پڑوسی (۴) اچھی سواری، اور چار چیزیں بدبختی کی علامت ہیں (۱) بری بیوی (۲) برا پڑوسی (۳) بری سواری (۴) تنگ گھر۔(الصحیحۃ :۲۸۲)

۳- نیک اولاد: نیک بیوی اور نیک اولاد کو اللہ عزّ وجل نے آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے، اور اس کے حصول کے لئے اپنے محبوب بندوں کو دعا بھی سکھلائی ہے جیسا کہ ارشاد ربّانی ہے: ﴿والذين يقولون ربنا هب لنا من أزواجنا

و ذرّيّاتنا قرّة أعين و اجعلنا للمتّقين اماماً﴾ (سورۃ الفرقان:۷۴)اور(رحمٰن کے بندے وہ ہیں)جو یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اوراولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطافرما،اورہمیں پرہیزگاروں کا پیشوابنا۔

☆ آدمی خواہ اپنے وقت کا حکمراں و بادشاہ ہی کیوں نہ ہولیکن اگراس کی اولاد نیک وصالح اورشریف وفرمانبردار ہونے کے بجائے سرکش ونافرمان ہوجائے تو ایسا شخص بادشاہت وسلطنت ہونے کے باوجود بھی دنیا کا حقیقی راحت وآرام نہیں پاسکتا،یہی وجہ ہے کہ نبیوں اوررسولوں نے بھی اللہ رب العالمین سے نیک اولاد کی حصول کے لئے دعا مانگی ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی دعا: ﴿ربّ هب لى من الصّالحين﴾ (سورۃ الصّافّات:۱۰۰)اے میرے رب مجھے نیک بخت اولاد عطافرما۔

زکریا علیہ السلام کی دعا:﴿ربّ هب لى من لّدنك ذرّيّة طيّبة انّك سميع الدّعاء﴾(آل عمران:۳۸)اے میرے پروردگار! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطافرما،بیشک تو دعا کا سننے والا ہے۔

☆ نیک اولاد کے ذریعہ ایک مسلمان کی دنیاوآخرت دونوں سنور جاتی ہے،اس طرح کہ نیک اولاد دنیاوی زندگی میں اپنے والدین کی ہرطرح سے خدمت کرتی ہے،اورمرنے کے بعدان کے لئے اللہ رب العالمین سے دعاء کرتی ہے: ﴿ربّ ارحمهما كما ربّياني صغيراً﴾ (سورۃ بنی اسرائیل:۲۴)اے میرے پروردگار!ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے،جس کی وجہ سے والدین کے اخروی درجات بھی بلند ہوجاتے ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ نیک آدمی کا درجہ جنت میں بلند فرمادیتا ہے تو آدمی عرض کرتا ہے کہ:اے میرے رب! میرادرجہ کیسے بلند ہوا؟اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے"تیرے لئے تیرے بیٹے کے استغفارکرنے کی وجہ سے"۔(الصحیحہ:۱۵۹۸)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جب انسان مرجاتا ہے تواس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے،لیکن تین چیزوں کا ثواب میت کو پہونچتا رہتا ہے:(۱)صدقۂ جاریہ(۲)وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جارہا ہو (۳)نیک اولاد جو میت کے لئے دعاء کرے۔(صحیح مسلم:۱۶۳۱)

۴-حسن اخلاق:حسن اخلاق ایسا سدابہاروشک بار پھول ہے جوانسانی زندگی کو ہمیشہ الفت ومحبت،فرحت وشادمانی، اورامن وآشتی کی خوشبوؤں سے معطررکھتا ہے،اس کے برخلاف بدخلقی وتندمزاجی انسان کے دل کوبغض وعداوت،خودغرضی وشقاوت،اورنفرت وکدورت سے بھردیتی ہے،اور بدخلق انسان سے لوگ بدکتے اور دور بھاگتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربّانی ہے: ﴿فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظّاً غليظ القلب لانفذّوا من حولك﴾ (آل عمران:۱۵۹)اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اوراگرآپ بدزبان اورسخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔

جابررضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"المرء من يألف و يؤلف و لا خير فيمن لا يألف

ولا يؤلف وخير النّاس أنفعهم للناس" (صحیح الجامع:۶۶۶۲)''مومن شخص وہ ہے جولوگوں سے محبت کرے اور لوگ اس سے محبت کریں، اور اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں ہے جو نہ لوگون سے محبت کرے نہ لوگ اس سے محبت کریں، اور لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جولوگوں کے لئے سب سے زیادہ نفع بخش ہو''۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "لا خير فيمن لا يضيّف" (صحیح الجامع: ۷۴۹۲)"اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں ہے جو شخص اپنے مہمان کی مہمان نوازی نہ کرے''۔(قدرت رکھنے کے باوجود اپنے مہمان کو کھانا نہ کھلائے''،فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج۶/۵۵۲)

☆خوش اخلاق انساں جہاں ایک طرف دنیا والوں کی نظر میں محبوب و پسندیدہ قرار دیا جاتا ہے تو وہیں دوسری طرف بارگاہ رب العزت میں بھی سرخرو ہوکر جنت الفردوس جیسے ابدی و بے مثال ٹھکانے کا مستحق قرار پاتا ہے، جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سے عمل انسانوں کے جنت میں جانے کا سب سے زیادہ سبب بنیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا ڈر اور حسن اخلاق، اور پوچھا گیا کہ کون سی چیزیں انسانوں کے جہنم میں جانے کا سب سے زیادہ سبب بنیں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: زبان اور شرمگاہ۔(سنن الترمذی:۲۰۰۴)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے کہا گیا کہ: اے اللہ کے رسول! فلاں عورت (فرائض کے علاوہ) تہجد کا اہتمام بھی کرتی ہے نفلی روزے بھی رکھتی ہے صدقہ وخیرات بھی کرتی ہے، اور اس کے ساتھ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف بھی پہونچاتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس عورت میں کوئی بھلائی نہیں ہے، وہ جہنم میں جائے گی، اور کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! فلاں عورت فرض نمازیں پڑھتی ہے، اور پنیر صدقہ کرتی ہے لیکن اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں پہونچاتی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسی عورت جنتی ہے۔(الصحیحہ :۱۹۰)

☆حسن اخلاق کے اظہار کا سب سے بڑا وسیلہ زبان ہے، سچ بولنے والا اور خوش گفتار انسان لوگوں کی نظر میں خوش اخلاق سمجھا جاتا ہے، اس کے برخلاف جھوٹا، چغلخور، اور بدزبان شخص بد خلق اور بدمزاج کہلاتا ہے، اسی وجہ سے محمد اکرم ﷺ نے زبان کی حفاظت کی بڑی تاکید فرمائی ہے، سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھے دونوں جبڑوں کے درمیان والی چیز (زبان) اور دونوں پیروں کے درمیان والی چیز (شرمگاہ) کی حفاظت کی ضمانت دے دے، تو میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔(بخاری ومسلم)

☆حسن اخلاق کا اعلیٰ ترین معیار یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کرے جسے اپنے لئے پسند کرتا ہے، انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن (کامل) نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔(بخاری ومسلم)

آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ رب العالمین ہم تمام مسلمانوں کو دونوں جہان کی کامیابی سے سرفراز فرمائے، آمین!

☆☆☆

مولانا محمد اسماعیل گجرانوالہ رحمہ اللہ کا تنقیدی اسلوب

طارق اسعد/فضیلت اول جامعہ سلفیہ

مولانا اسماعیل گجرانوالہ سلفی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۹۵-۱۹۶۸) کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔صحافت،خطابت، درس وتدریس،تصنیف وتالیف کے مختلف النوع میدانوں میں جو عظیم علمی ورثہ انہوں نے چھوڑا ہے وہ قابل قدر اور لائق تحسین ہے۔تقسیم ہند کے بعد جماعت اہل حدیث کی نشاۃ ثانیہ ہوئی تو پاکستان میں آپ نے جماعت اہل حدیث کی شیرازہ بندی کی اور جمعیت میں نئی روح پھونک دی۔جس کے نتیجہ میں وہاں جمعیت کا کھویا ہوا وقار بحال ہوا اور کتاب وسنت کی دعوت کا کام پھر سے رواں دواں ہو گیا۔

بیسویں صدی کے وسط میں فتنہ انکار حدیث پروان چڑھنے لگا۔احادیث مبارکہ پر ڈاکہ زنی کی مذموم کوششیں کی جانے لگیں۔انکار حدیث جس کی اب تک چور دروازوں سے صدا آرہی تھی اب کھلم کھلا اور علی الاعلان اپنی موجودگی کا ثبوت پیش کر رہا تھا۔ایک طرف جہاں احادیث مبارکہ کے ذخیرے پر بے اعتمادی دکھائی گئی وہیں ان علماء وائمہ کو بھی جرح ونقد اور طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا گیا جن کی جہود عظیمہ اور مساعی جمیلہ کے سبب فرمودات نبوی والٰہی بحفاظت ہم تک پہنچے۔حضرت ابو ہریرہ،امام طبری،امام بخاری،امام ابن جریر،ابن شہاب زہری وغیرہ اساطین علم وفن کی شخصیات پر کیچڑ اچھالنے کی سعی مذموم ہوئی۔

ایسے نازک وقت میں جب کہ استخفاف حدیث کی تحریک زوروں پر تھی حضرت مولانا اسماعیل گجرانوالہ صاحب انکار حدیث اور سرچشمہ حدیث کے درمیان دیوار بن کر کھڑے ہو گئے اور احادیث مبارکہ پر دست درازی کرنے والے قلموں اور زبانوں کو اپنے علمی مناقشہ سے خاموش کر دیا۔تحریری طور پر بھی آپ نے سنت کا دفاع کیا اور تقاریر کے ذریعہ بھی منکرین حدیث کے شبہات کا انتہائی مؤثر ازالہ فرمایا۔آپ کو دیکھ کر دوسرے علمانے بھی اس فتنہ کو فرو کرنے کی کدوکاوش کی۔دفاع عن الحدیث کے علاوہ احکام،آداب،عقائد وغیرہ پر بھی آپ کے رشحات قلم کے شاہکار نمونے موجود ہیں۔

مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف فیہ مسائل کے جرح ومناقشہ میں ہمیشہ اس بات کا اہتمام کیا کہ سنجیدگی اور وقار کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔دشنام طرازی طعن وتشنیع،تلخ گوئی جیسی چیزیں نہ ان کی تحریر میں ملتی ہیں نہ تقریر میں۔ حالانکہ تنقید کا میدان ایسا ہے کہ قلم کار حضرات اپنے اشہب قلم پر لگام نہیں لگا پاتے اور اکثر مخالفین پر طعن وتشنیع کے تیر برسانے سے بھی نہیں چوکتے۔مگر چوں کہ یہ دین وشریعت اور دفاع عن الحدیث کا معاملہ تھا۔اس میں زور آزمائی سے قبل ذہن ودماغ اور زبان وبیان پر قابو رکھنا ضروری ہے۔بفحوائے کلام اللہ" ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم"۔

آپ کا تنقیدی اسلوب حکمت، موعظت اور جدال بالتی ھی أحسن سے مزین ہے اور انہیں عناصر ثلاثہ سے آپ کا جوہر بیان مرکب ہے۔ بلاشبہ آپ مخالفین پر قلمی وار کرتے ہیں اور ایسے دلائل و براہین پیش کرتے ہیں کہ ان کا ناطقہ بند ہوجاتا ہے۔ لیکن آپ نے اس کے لیے ایک حد کھینچ رکھی ہے اور اس سے کبھی تجاوز نہیں کرتے ہیں۔ حضرت سلفی کی سوانح نگار محترمہ سعدیہ ارشد لکھتی ہیں:

''مولانا اصحاب الرائے اور تقلید جامد کے خلاف بے باک نقاد ہیں مگر تنقید اس انداز سے کرتے ہیں کہ فریق مخالف برا ماننے کے بجائے قائل ہوجاتا ہے۔ اپنی تحریروں میں مولانا قاری کو قائل کر لیتے ہیں کہ حقیقت تک پہنچنے اور سچائی حاصل کرنے کا واحد ذریعہ تحقیق ہے نہ کہ تقلید۔ اختصار ان کے بیان میں بڑا حسن پیدا کرتا ہے۔ وہ بے ضرورت جزئیات کو ہمیشہ نظر انداز کردیتے ہیں۔ بعض علما کی تحریروں میں سوقیانہ الفاظ وفقرے ملتے ہیں مگر حضرت سلفی رحمہ اللہ کی تحریروں میں متانت اور وقار ہے۔ طنز وتعریض کے بجائے مزاح کی چاشنی پائی جاتی ہے۔'' (مقالات حدیث ص:۴۹)

آپ جہاں اپنی تحریر کو تلخ گوئی اور دشنام طرازی سے محفوظ رکھتے ہیں وہیں دیگر قلمکاروں اور خطیبوں کو بھی اس پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ جناب محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کو ایک خط میں اس جانب توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مکرم مولانا اسحاق صاحب!

السلام علیکم

۵/ستمبر ۱۹۶۱ کے الاعتصام میں نوکھر کے مدرسہ کے متعلق آپ نے ایک مضمون شائع فرمایا ہے۔ اس سے پہلے اس مدرسہ کے متعلق ناظم صاحب کی طرف سے ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ دونوں کا لب ولہجہ نا مناسب ہے۔ ایسے مضامین من و عن شائع کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے کہ اس کا عوام پر کیا اثر پڑے گا۔ یا تو ایسے تلخ مضامین کی اشاعت نہ ہو یا اسے مناسب طور پر نرم کردیا جائے۔ آئندہ اگر نوکھر یا اس مدرسہ کے متعلق یا ان دو مضامین کے متعلق کوئی تحریر آئے تو اسے میری اطلاع کے بغیر شائع نہ فرمائیں۔

والسلام

محمد اسماعیل کان اللہ لہ

گجرانوالہ ''

(نقوش عظمت رفتہ، ص:۲۱۳)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی تفسیر ''تفہیم القرآن'' میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کذبات ثلاثہ والی حدیث کی تردید کی ہے اور فرمایا کہ رواۃ حدیث (بخاری) کو جھوٹا کہنا ایک نبی کو جھوٹا کہنے سے بہتر ہے۔ چنانچہ آپ نے اس روایت کا انکار کردیا۔ حضرت مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کذبات ثلاثہ'' کے عنوان سے ایک تحریر رقم

فرمائی اور قرآن وحدیث، اقوال علما اور ''کذب'' پر مدقق بحث کر کے مولانا مودودی کے اعتراضات کا بحسن وخوبی جواب دیا ۔اس کے بعد مولانا مودودی کو مشورہ دیتے ہوئے فرمایا:

''مجھے مولانا مودودی سے تعجب نہیں۔ وہ جب بھی علم کی ان متعارف راہوں سے گزرے انہوں نے ٹھوکر کھائی۔ متعہ کا مسئلہ، مسلک اعتدال، حیات مسیح، دجال وغیرہ میں ان کی جدت نوازیاں کامیاب ثابت نہیں ہوئیں، ان کے رہوار قلم کی جولانیوں کا میدان دوسرا ہے۔ تعجب مولانا آزاد اور امام رازی سے ہے۔ یہ جواب ''راوی کو جھوٹا کہنا نبی کو جھوٹا کہنے سے بہتر ہے'' بے حد سطحی ہے۔ نبی کو جھوٹا کہنا تو کفر ہے۔ بخاری کو صحیح ماننے والے نبی کو جھوٹا کیسے کہہ سکتے ہیں؟ بخاری کا تمام تر انحصار نبوت کی صداقت اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات کی صداقت پر ہے۔ مولانا مودودی کے رہوار قلم کی جولانیوں کا میدان دوسرا ہے۔ جب بھی وہ اپنا میدان چھوڑ کر تفسیر اور فقہ الحدیث کے مرغزاروں کا رخ فرماتے ہیں ان کا قلم ٹھوکریں کھانا شروع کر دیتا ہے، مولانا سے گزارش ہے وہ ان راہوں سے اگر کترا کر گزر جائیں تو نہ ان کے مقام کی رفعتوں میں فرق آئے گا اور نہ ہی ان کے ادب واحترام کو نئے پیمانوں سے ناپنا پڑے گا۔'' (مقالات حدیث، ص:۲۰۲-۲۰۳)

منکرین حدیث نے جس طرح احادیث نبویہ پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی تھی اس نے مولانا مرحوم کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا ۔ظاہر بات ہے کہ ایک سچا مسلمان اور عامل بالحدیث اس بات کو کبھی برداشت نہیں کر سکتا کہ اس علم وفن کو تختہ مشق بنایا جائے جس کے لیے علمائے امت نے اتنی تگ ودو کی ہے کہ کسی اور علم وفن کی راہ میں اس قدر مشقت نہ کبھی ہوئی اور نہ ہو سکے گی۔ چنانچہ دفاع عن الحدیث کی راہ میں مولانا سلفی رحمہ اللہ کا قلم البتہ کہیں سخت ہوا لیکن وہ اس سطح سے نیچے نہیں اترے جس پر مخالفین ان کو لانا چاہتے تھے۔ مولانا کو اس کا احساس تھا۔ لکھتے ہیں:

''ان طویل گزارشات میں مجھے اعتراف ہے کہ میرا لہجہ بعض جگہ سخت ہو گیا ہے اور آج کے کل کے عرفی اور منافقانہ اعتدال سے الگ رہا ہوں۔ میں نے منکرین حدیث کی دیانت پر شبہ کیا اور میں اسے اپنا حق سمجھتا ہوں، تنقید ائمہ حدیث کی محبوب ترین ایجاد ہے اور اس کا بے خطر استعمال فن کی امانت ہے اور ہم خدام حدیث بحمد اللہ تنقید سے نہیں گھبراتے، لیکن ائمہ حدیث اور خدام فن کی بے ادبی اور محض ظن وتخمین کی بنا پر تہمت تراشی اور الزام نہ فن کی خدمت ہے نہ علمی مشغلہ!''

(مقالات حدیث، ص:۳۸۴)

اسی دوران اکابر دیوبند نے مسئلہ حیات النبی پر بحث چھیڑی اور بریلوی حضرات کی ہمنوائی کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ نبی کریم ﷺ کی بعد از مرگ حیات بالکل دنیوی اور جسمانی ہے۔ چنانچہ معروف حنفی عالم مولانا حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام شہدا کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی اور از قبیل حیات دنیوی، بلکہ بہت وجوہ سے اس سے قوی تر۔'' (مکاتیب ج:۱،ص:۱۳۰ بحوالہ تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی ص ۱۳۰)

علمائے احناف کا یہ ''انکشاف'' جب منظر عام پر آیا تو اس کے انسداد کے لیے مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ میدان میں اترے اور نہایت ہی بے باکانہ مگر شائستہ طرز تحریر اختیار کرتے ہوئے کتاب وسنت کی روشنی میں اس نظریہ کی تردید فرمائی۔ اس مسئلہ پر مولانا نے ''الأدلة القوية على أن حياة النبى ﷺ فى القبر ليست بدنيوية'' نامی کتاب لکھ اس باطل فکر کا قلع قمع کردیا۔ مذکورہ کتاب میں لکھتے ہیں:

''عنوان اور تعبیرات کی تبدیلی سے حقائق تو نہیں بدل سکتے۔ مولانا حسین احمد کی جلالت قدر مولانا نانوتوی کی غزارت علمی اور شیخ عبدالحق کی سادگی اس حقیقت کو نہیں بدل سکتی جس کا اقرار قرآن حکیم نے محکم آیات میں فرمایا ہے اور صحابہ نے اس پر اجماع فرمایا ہو۔'' (ص:۲۵)

کتاب ہذا کے اواخر میں ''میری گزارشات'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''حضرات اکابر دیوبند کے علمی احترام کے وسیع اثر نے مجبور کیا کہ ان کے ارشادات کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تا کہ طلباء علمی تنقید اور بحث ونظر کی عادت سیکھیں۔ ان گزارشات کا مختلف حلقوں میں عجیب اثر ہوا۔ بعض حلقوں نے اسے بے حد پسند کیا یہ ایک ضرورت تھی۔ اس وقت تک پاک وہند کے کئی جرائد میں وہ مضمون شائع ہورہا ہے۔ بعض حلقوں نے اسے سخت ناپسند فرمایا اور اسے حضرات اکابر دیوبند کی بے ادبی پر محمول فرمایا۔ أعاذني الله من ذلك''۔ (ص۵۳)

مولانا تمنا عمادی میدان انکار حدیث کے اہم شہسوار مانے جاتے ہیں۔ آپ کے عتاب قلم سے بھی احادیث صحیحہ کا ایک حصہ محفوظ نہ رہ سکا۔ چنانچہ خود ساختہ تحقیق وتفتیش اور جانچ پڑتال کے بعد ''واقعہ افک'' ''امام بغدادی'' ''ابن شہاب زہری'' وغیرہ کو قلمی طعن کا نشانہ بنایا اور ان پر خوب جرح ونقد کی۔ مولانا اسماعیل صاحب نے ''واقعہ افک کے متعلق نئی تمنائی ریسرچ'' کے عنوان سے تمنا عمادی کے افکار کا بھرپور رد فرمایا۔ مذکورہ مقالہ میں لکھتے ہیں:

''عمادی صاحب نے اس مضمون میں ائمہ حدیث کو خبیث، منافق، بے دین، بے نماز، بہتان تراش، چالاک، وضاع، کذاب، خبیث النفس، وغیرہ قسم کی گالیاں دی ہیں۔ اگر قصاص لیا گیا تو آپ کو تکلیف ہوگی۔ قلم سب کے ہاتھ میں ہے۔ عمادی صاحب نے بعض معاملات کے ذکر نہ کرنے کی وجہ سے ائمہ حدیث کو بے ایمان، خبیث، چالاک، خبیث النفس تک کہا ہے۔ حالانکہ یہ الفاظ کا تنوع ہے۔ محدثین حسب ضرورت مواقع احادیث مختصر یا مفصل بیان فرمادیتے ہیں۔ اہل فن اسے سمجھتے ہیں، جاہل اور ناواقف اس سے بعض وقت پریشان ہوتا ہے۔'' (مقالات حدیث، ص:۵۱۲)

مولانا مودودی، مولانا اصلاحی اور دیگر علماء کے مضامین کا اپنے علمی مناقشہ سے تعاقب کے بعد تحریر کرتے ہیں:

''ان گزارشات کو یہاں ختم کرتے ہوئے طویل سمع خراشی کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ انتہائی اختصار کے باوجود گزارشات خاصی طویل ہوگئی ہیں اور مکرر گزارش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میرے دل میں دونوں بزرگوں کے لیے پورا احترام ہے لیکن میں نے اپنے مسلک کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر کوئی لفظ آپ حضرات کی شان کے خلاف ہو تو بصمیم

قلب اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔لیکن اپنے مسلک کو کسی مصلحت پر قربان کرنا میرے لیے مشکل ہے۔ و أما حب ليلى فلا أتوب''۔ (حجیت حدیث،ص:۱۵۹)

''فتاوی سلفیہ'' کے نام سے مولانا مرحوم کے مختلف فتووں کو جمع کیا گیا ہے،جس میں ایک طرف آں موصوف کے تبحر علمی اور فکری بصیرت کا پتہ چلتا ہے وہیں آپ کے انداز تحریر کی انفرادیت بھی سامنے آتی ہے۔ان فتاویٰ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب کتابی شکل میں لاہور سے اس کی طباعت ہوئی اور اس کے نسخے ہندوستان پہنچے تو اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور دینی وعلمی حلقوں میں کافی پذیرائی ہوئی۔مزید برآں اس کی طلب اتنی زیادہ ہوگئی کہ اس کے کئی ایڈیشن شائع کرنے پڑے۔''فتاویٰ سلفیہ'' کے مقدمہ میں مولانا محمد اعظمی حفظہ اللہ کتاب مذکور کی خصوصیات ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ فتاوے گوناگوں محاسن اور نوع بنوع رنگ وبو سے مرصع ہیں۔ایک طرف ان میں دینی پیچیدہ مسائل کو کتاب وسنت کی روشنی میں عالمانہ ومجتہدانہ انداز میں حل کیا گیا ہے اور بیشتر مسائل کے پس منظر بیان کر کے اصل صورت مسئلہ کا تحقیقی جواب دیا گیا ہے۔دوسری طرف معاصر فرقوں اور تحریکوں کی جانب سے سلفی فکر ومسلک پر ہونے والے حملوں کے دفاع کی سنجیدہ کوشش کی گئی ہے۔

ان فتاویٰ کی ایک انفرادی شان یہ ہے کہ طرز نگارش شگفتہ اور ادبیانہ ہے،عام فتاویٰ کے خشک اور تقشفانہ لب ولہجہ سے جداگانہ ان میں ادب لطیف وظریف اور انشاء پردازی کی جھلکیوں نے فن افتاء کو ایک فصیحانہ اسلوب عطا کیا ہے۔'' (مقدمہ فتاوی سلفیہ،ص:۱۳)

مولانا سلفی رحمہ اللہ ایک جید عالم دین تھے۔ایک عالم کا کیا مقام ومرتبہ ہے آپ کو اس کا بخوبی اندازہ تھا۔چنانچہ آپ نے زبان وقلم سے بیش بہا دینی خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ معاصر علما کا مناقشہ کیا مگر اس خوش اسلوبی،شائستگی اور اعلی ظرفی کا مظاہرہ کیا کہ مخالفین بھی آپ کے حسن اخلاق کے قائل ہوگئے اور آپ کی غزارت علمی کو تسلیم کیا۔آپ کی اخلاقی بلندی کی صداقت کے لیے ایک واقعہ کا ذکر کر کے ہم اس تحریر کا اختتام کرتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ حاجیوں کو رخصت کرنے کے لیے لاہور تشریف لے گئے۔نماز کا وقت ہوگیا۔اسٹیشن کے بالا میدان میں جماعت کرانے لگے تو ایک بوڑھے نے کہا کہ میری نماز آپ کے پیچھے نہیں ہوتی۔آپ نے رومال اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور پیچھے ہٹ گئے اور کہا بابا جی! آپ جماعت کرائیں میری نماز آپ کے پیچھے ہوجاتی ہے۔وہ بوڑھا شرمندہ ہوگیا اور معافی مانگی اور پھر اصرار کر کے حضرت کی اقتدا میں جماعت ادا کی۔ (مقالات حدیث،ص:۶۵)

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ مولانا سلفی مرحوم کی خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت بخشے،ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور انہیں کروٹ کروٹ جنت عطا کرے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد ☆

اخبار جامعہ

جامعہ سلفیہ کے تعلیمی سال ۱۴-۲۰۱۳ء کا ششماہی امتحان حسب اعلان بروز سوموار ۱۶/دسمبر ۲۰۱۳ء شروع ہوا، اس امتحان میں جامعہ سلفیہ میں زیر تعلیم شعبۂ تحفیظ القرآن کے طلباء کے علاوہ فضیلت، عالمیت، ثانویہ، متوسطہ اور تجوید کے ۶۴۸ طلبہ شریک ہیں، جبکہ ملک کے اطراف واکناف میں جامعہ سے ملحق ۲۴ مدارس کے ۲۸۹ طلباء بھی جامعہ میں آکر ثانویہ ثانیہ کا امتحان دے رہے ہیں۔

جامعہ کی مسجد مع برآمدہ، مسجد کا بالائی برآمدہ، مسجد کی زیریں منزل، دارالحدیث اور سیمینار ہال کو امتحان گاہ کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے، یہ امتحان ۲۹/دسمبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار کو اختتام پذیر ہوگا، درمیان میں پڑنے والے دو جمعہ کو چھوڑ کر بقیہ دنوں میں روزانہ صبح ساڑھے آٹھ بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک جاری رہتا ہے۔

شعبۂ داخلہ وامتحانات کے مدیر مولانا سعید میسور مدنی اوران کے رفقاء نے اس امتحان کی تیاری میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی، امتحان سے تقریبا دو ہفتہ پیشتر مدرسین سے ان کے زیر تدریس مادوں کے دس دس سوالات طلب کئے گئے تھے، تاکہ کمیٹی ان میں سے امتحان کے لیے سوالوں کو منتخب کرے، نیز طلباء کی مجموعی حاضری کا ریکارڈ بھی طلب کیا گیا، تاکہ جن طلبہ کی حاضری مطلوبہ معیار سے کم ہے، ان کی تنبیہ وتادیب کی جائے۔

امتحان گاہ میں طلبہ کے لیے موبائل کا استعمال ممنوع ہے، نیز کسی طالب علم کو امتحان گاہ سے ایک گھنٹہ گذرنے سے پہلے نکلنے کی اجازت نہیں ہے، امتحان کی کارروائی پورے اطمینان وسکون سے جاری ہے، ملحق مدارس کے طلبہ کے لیے درس گاہوں کو عارضی قیام گاہ بنایا گیا ہے۔ ہر کلاس کے نگراں اور نائب نگراں سے کلاس کے اندر طلبہ کی حاضری اور وضع قطع کا نمبر طلب کیا گیا ہے، جو ان کے اخلاقی نمبر میں مندرج ہوگا۔☆

انتہائی رنج وغم کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ جماعت اہلحدیث کے نامور عالم، جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے مجلس منتظمہ کے پرانے رکن، سابق ناظم اعلی مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند دہلی اور جامعہ سراج العلوم بونڈھیا گونڈہ کے وکیل الجامعہ **مولانا عبدالسلام صاحب رحمانی** طویل علالت کے بعد بتاریخ ۲۹/دسمبر ۲۰۱۳ء بوقت صبح نو بجے رحلت فرماگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے تلامذہ اور جماعت اہلحدیث کے لیے یہ خبر صاعقہ سے کم نہیں ہے۔ اللہ رب العالمین آپ کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، آمین۔ آپ کی حیات وخدمات کے بارے میں تفصیلی مضمون محدث کے آئندہ شمارے میں شائع کیا جائے گا، ان شاء اللہ۔ مولانا کی نماز جنازہ غائبانہ جامعہ سلفیہ کی مسجد میں بھی ادا کی گئی۔

عالم اسلام

مرتب: ظل الرحمٰن سلفی/سنٹرل لائبریری جامعہ سلفیہ

انگولا میں مساجد پر تالا بندی نیز انہدام:

لوآنڈ: عیسائی اکثریتی افریقی ملک انگولا میں مساجد کے انہدام اور تالا بندی کے بعد مسلمانوں میں غم وغصہ کی لہر پیدا ہوجانے پر تازہ ترین خبروں کے مطابق انگولا حکومت نے اس بات کی تردید کی ہے، انہوں نے کہا مذہب اسلام یا ان کی عبادت گاہوں (مساجد) پر نہ تالا بندی کی گئی نہ انہدام ہوا ہے۔ انگولا کے قومی انسٹی ٹیوٹ برائے مذہبی امور کے ڈائریکٹر مینول فرنانڈو نے کہا ہے کہ انگولا میں اسلام یا کسی بھی دیگر مذہب کے خلاف کوئی جنگ نہیں ہے، نیز اس سلسلے میں کوئی سرکاری موقف نہیں ہے کہ عبادت گاہوں کو منہدم یا قفل بند کیا جائے، چاہے ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔

تاہم مقامی مسلمانوں اور تنظیموں نے انگولا حکومت کے مذکورہ بیان کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیا ہے۔ درحقیقت مسئلہ یہ ہے کہ افریقہ کے اس عیسائی ملک انگولا میں سیاہ فام تیزی سے اسلام میں داخل ہورہے ہیں، جسے دیکھ کر وہاں کے تنگ نظروں کو یہ خدشہ ہوگیا ہے کہ اگر رفتار یہی رہی تو آبادی کا تناسب تبدیل ہوسکتا ہے۔ حالیہ رپورٹ کے مطابق انگولا میں تقریباً ایک لاکھ سے زائد مسلمان آباد ہیں۔ (انقلاب ممبئی ۲۸/نومبر ۲۰۱۳ء)

غسل خانۂ کعبہ اور قفل کی تبدیلی:

مکہ مکرمہ: خانہ کعبہ کے غسل کی روح پرور تقریب میں گورنر مکہ نے خانہ کعبہ کو آب زمزم اور عرق گلاب سے غسل دیا، تقریب میں گورنر مکہ حرمین شریفین انتظامیہ کے سربراہ شیخ عبدالرحمٰن السدیس کے علاوہ مسلم ممالک کی مقتدر اسلامی شخصیات سمیت شاہی خاندان کے افراد نے بھی شرکت کی۔

علاوہ ازیں باب کعبہ کے قدیم قفل کی رفاقت اپنے اختتام کو پہنچ گئی، اور خانہ کعبہ کو ایک گرانقدر سنہرے قفل سے سجا دیا گیا، نئے اور سنہری قفل کی کلید بیت اللہ کے متولی کلید بردار الشیخ عبدالقادر الشیبی کے سپرد کردی گئی ہے۔ (انقلاب ممبئی ۲۶/۱۱/۲۰۱۳ء)

قدرتی آفات سے متاثر فلپائن کے لیے دس ملین ڈالر سعودی امداد:

فلپائن کے بارے میں اقوام متحدہ میں انسانی امداد کی چیف ویلری آموس نے اعلان کیا ہے کہ فلپائن میں سمندری طوفان سے متاثر ہونے والے افراد میں پچاس لاکھ بچے شامل ہیں، علاوہ ازیں سمندری طوفان ہیان سے پانچ ہزار دوسو سے زائد افراد جاں بحق ہو چکے ہیں۔

چنانچہ سعودی شاہ عبداللہ نے حکم دیا ہے کہ فلپائن میں آنے والے طوفان کے متاثرین کے لیے دس ملین ڈالر کا عطیہ دیا جائے۔ اس امر کا باضابطہ اعلان سعودی وزیر خزانہ ابراہیم العساف نے کیا ہے۔ سعودی وزیر کے مطابق دس ملین ڈالر کی یہ رقم فلپائنی حکومت کے توسط سے اس خصوصی اکاؤنٹ میں منتقل کردی جائے گی، تاکہ طوفان سے متاثرہ افراد کے کام آسکے۔ مزید اس کے علاوہ سعودی حکام کی جانب سے اس تباہ کن طوفان کے بعد بطور تعزیت اور اظہار یکجہتی ایک مراسلہ بھی ارسال کیا گیا ہے، جس میں ذکر کیا گیا ہے کہ ''یہ سن کر بیحد افسوس ہوا کہ طوفان کی وجہ سے بڑی تعداد میں ہمارے دوست ملک فلپائن میں اموات واقع ہوئی ہیں، اور نظام زندگی درہم برہم ہوگیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ اس صدمے اور نقصان سے فلپینی عوام کو نکالنے میں کامیاب ہوں گے۔ (روزنامہ راشٹریہ سہارا لکھنؤ: ۲۵/۱۱/۲۰۱۳ء)

انڈونیشیا میں ممبر اسمبلی کے لیے تلاوت مع تجوید کی شرط:

ملک انڈونیشیا کی ایک ریاست (آچھا) کی حکومت نے ممبر اسمبلی کے انتخاب کے لیے یہ اعلان کیا ہے کہ انہیں قرآن مجید کی تلاوت مع تجوید کرنا واجب ہے۔ بنا بریں ممبران اسمبلی کے لیے یہ لازم ہوگا کہ کوئی ممبر اسمبلی اس امتحان سے گذرے بغیر رکن نہیں بن سکتا ہے۔ بصورت دیگر وہ اس عہدے کے لیے نااہل قرار دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ انڈونیشیا میں مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد ہے، جہاں مسلمانوں کی موجودہ تعداد ۲۴۰ ملین بتائی جاتی ہے۔ ۱۹۹۸ء میں صدر سوہارتو کے بعد سے خاص طور پر قرآنی علوم کی جانب عوام کی توجہ مبذول کرائی جارہی ہے۔ یہ بڑی خوش آئند بات ہے۔ (اخبار العالم الاسلامی، مکہ مکرمہ: ۱۱/۴) ☆☆

باب الفتاوی

سوال: موجودہ زمانے میں پائے جانے والے سوتی، اونی موزے پرمسح کرنا شرعا درست ہے یانہیں؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب بعون اللہ الوھاب وھوالموفق للصواب:

اس سلسلہ میں واضح ہوکہ اونی، سوتی وغیرہ موزے جواس دور میں پائے جاتے ہیں، ان پرمسح کرنا اسی طرح جائز ہے جس طرح چرمی موزوں پرمسح جائز ہے، ان میں تفریق کرنا اور یہ کہنا کہ چرمی موزوں پرمسح تو جائز ہےاور غیر چرمی موزوں پرمسح جائزنہیں ہے، یا یہ کہ غیر چرمی موزوں پرمسح کے جواز کے لیے کچھ شرائط ہیں، اس طرح کی باتیں بلادلیل ہیں۔

اب ذیل میں سوتی، اونی موزوں پر جوازمسح کے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

۱- بوقت وضوان موزوں کو بار بار اتارنا اور پھر پہننا باعث مشقت وتنگی ہے، جبکہ اللہ تعالی نے دین اسلام کے احکام کو نہایت ہی آسان اورسہل بنایا ہے، جیسا کہ اللہ رب العالمین کا ارشادگرامی ہے:"وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ" (الحج:۷۸)اورتمہارے لیے دین اسلام میں کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔اس عام اصول سے ثابت ہوتا ہے کہ ان موزوں پرمسح کرنا جائز ہے، اس لیے کہ نہ کرنے میں دقت ومشقت ہےاور کرنے میں آسانی وسہولت ہے۔اس اصول عامہ پر دلالت کرنے والی نصوص کتاب وسنت میں وافی وکافی ہیں۔

۲- نبی کریم ﷺ سے بسند متواتر ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے خفین پرمسح کیا، اس مسئلہ میں شیعہ حضرات کے علاوہ کسی کا اختلاف نہیں ہے۔چنانچہ شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ مبارکپوری ؒ لکھتے ہیں: "المسح علی الخفین ثابت بالسنة وقد صرح جمع من الحفاظ بأن المسح علی الخفین متواتر" (مرعاۃ المفاتیح:۲/۲۱۲)اورخفین پر اونی اورغیر اونی موزوں کا بھی اطلاق ہوتا ہے۔چنانچہ الاسماء والکنی (ج ا ص ۱۸۱) میں بسند صحیح ازرق بن قیس سے منقول ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جب وہ بے وضوء ہوگئے تو اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کو دھویا اور اپنے اونی جوربین پرمسح کیا، تو میں نے ان سے کہا کہ آپ ان پرمسح کررہے ہیں؟ اس کے جواب میں حضرت انس ؓ نے فرمایا کہ دونوں خف ہیں، لیکن اونی ہیں۔اس مسئلہ کی مزید تفصیل (کتاب المسح علی الجوربین لجمال الدین القاسمی الدمشقی ص ۱۲) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اونی وغیرہ موزے بھی ازقبیل خف ہیں۔اور دونوں میں تفریق کرنا کہ خف صرف چرمی

موزے ہی کو کہا جاتا ہے اور غیر چرمی موزے پر خف کا اطلاق نہیں ہوتا ہے، یہ بات اس اثر کی بنیاد پر غیر صحیح ہے، بلکہ خف پر غیر چرمی موزے کا بھی اطلاق ہوتا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کبھی کبھی غیر چرمی موزے پر بھی مسح کرتے تھے۔

۳- "عن ثوبان رضي الله عنه قال: بعث رسول الله ﷺ سرية ...... فأمرهم أن يمسحوا على العصائب والتساخين" (سنن ابی داود:۱/۲۱، ح:۱۴۶، مسند احمد:۵/۲۷۷، مستدرک حاکم وصححہ علی شرط مسلم ووافقہ الذھبی) یعنی ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم نے مجاہدین کی ایک جماعت بھیجی......انہیں حکم دیا گیا کہ پگڑیوں اور پاؤں کو گرم کرنے والی اشیاء (جرابوں اور موزوں) پر مسح کریں۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے، جیسا کہ امام حاکم اور امام ذہبی نے فرمایا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے نصب الرایۃ ج ۱ ص ۱۶۵، اور کتاب المسح علی الجوربین رجمال الدین الدمشقی کا مطالعہ کریں۔

۴-"عن المغيرة بن شعبة أن رسول الله ﷺ توضأ ومسح على الجوربين والنعلين" (صحیح سنن ابی داود، ح:۱۴۳، سنن الترمذی بشرح محمد أحمد شاکر ج ۱ ص ۱۶۷، ح:۹۹) یعنی حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وضوء فرمایا اور جرابوں اور نعلین پر مسح کیا۔

جورب کی تعریف "الموسوعة الفقهية: ۳۷/۲۷۱" میں یوں مرقوم ہے: "الجورب هو ما يلبسه الإنسان في قدميه، سواء كان مصنوعا من الصوف أو القطن أو الكتان أو نحو ذلك" یعنی جورب ہر اس چیز کا نام ہے جسے انسان اپنے پیروں میں پہنتے ہیں خواہ وہ چیز اون سے بنی ہوئی ہو یا روئی سے یا کتان وغیرہ سے۔

جورب کی مزید تفصیل دیکھنا ہو تو "کتاب المسح علی الجوربین" وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

۵- نیز صحابہ کرام ؓ کا عمل بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ ایسے موزوں پر مسح جائز اور درست ہے۔ چنانچہ امام ابوداود رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ "ومسح على الجوربين علي بن أبي طالب وأبومسعود، والبراء بن عازب، وأنس بن مالك، وأبو أمامة وسهل بن سعد وعمرو بن حريث وروى ذلك عن عمر بن الخطاب وابن عباس رضي الله عنهم" (صحیح سنن ابی داود ج ۱ ص ۳۲)

اس عمل پر صحابہ کرام ؓ کا اجماع ہے، چنانچہ مشہور فقیہ علامہ ابن قدامہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف المغنی: ۱/۱۸۱، مسئلہ ۴۲۶ میں رقمطراز ہیں: "ولأن الصحابة رضي الله عنهم مسحوا على الجوربين ولم يظهر لهم مخالف في

عصرهم فكان اجماعا" چونکہ صحابہ کرامؓ نے جرابوں پر مسح کیا ہے اوران کے زمانہ میں ان کا کوئی مخالف ظاہر نہیں ہوا۔ لہذا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ جرابوں پر مسح کرنا صحیح ہے۔اور یہی بات امام اسحاق بن راہویہ نے بھی کہی ہے کہ صحابہ کرام کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

فقہ حنفی کی بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ نے (جرابوں کے مسئلے میں) صاحبین کے قول پر رجوع کرلیا تھا (کہ جرابوں پر مسح جائز ہے) اوراسی پر فتوی ہے۔(دیکھئے ہدایہ ج ا ص ۶۱)

۶-اور قیاس صحیح کا تقاضا بھی یہی ہے، چنانچہ امام ابن القیمؒ لکھتے ہیں: وانما عمدة هؤلاء الصحابة وصريح القياس فإنه لا يظهر بين الجوربين والخفين فرق مؤثر يصح أن يحال الحكم عليه" (تہذیب السنن ۱/۱۲۱،۱۲۲:) یعنی ان صحابہ کرامؓ کی بنیاد اور قیاس صریح یہ ہے کہ خفین اور جوربین کے درمیان ایسی کوئی قابل ذکر فرق نہیں ہے کہ دونوں کے درمیان حکم میں فرق ہو۔

بہرحال خفین پر مسح متواتر حدیث سے ثابت ہے، جرابین بھی خفین کی ایک قسم ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے، اور جولوگ جرابوں پر مسح کے منکر ہیں (اور جرابوں پر مسح کرنے کی وجہ سے اہل حدیث پر طعن وتشنیع کرتے ہیں) ان کے پاس قرآن وحدیث اوراجماع سے ایک بھی صرح دلیل نہیں ہے، بلکہ صریح قیاس کا بھی فقدان ہے۔

اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو قرآن وحدیث سے ثابت شدہ مسائل واحکام پر عمل کرنے کی توفیق دے، آمین۔

الجواب صحیح
مولانا علی حسین سلفی
استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

ھذا ما عندی واللہ أعلم بالصواب
کتبہ: ابوعفان نورالہدی عین الحق سلفی مالدہی
استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

●●●